حاشیہ بر تکملہ ملا عبد الغفور

از

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

مسمٰی بہ

تحفۂ سلیمانی

تصنیف

سیبویہ زماں علامہ حافظ

غلام محمود گولڑوی پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ

بحسن اہتمام

محمد رضا الحسن قادری

دار الاسلام

في الشعر اكثر منه في النثر **قوله** وقد تسكن آه وجميع الواو والفاء اكثر لكون اتصالهما بما بعدهما اشد لكونهما على حرف واحد فصار الواو والفاء مع اللام بعدهما وحرف المضارعة ككلمة على وزن فخذ فخفف بحذف الكسر واما ثم فمحمول عليهما لكونها حرف عطف مثلهما **قوله** وهو يدخل على جميع آه بخلاف اللام كما عرفت **قوله** او متكلما نحو لا ارينك ههنا لان المنهي في الحقيقة ههنا هو المخاطب اي لا تكن ههنا حتى لا اراك **قوله** المذكورة من قبله قيده بذلك لكونه تفصيلا لما سبق معطوفا على لم في قوله فلم لقلب الخ وخرج لولا نحضر لان الكلام في الجوازم **قوله** اي لجعل آه اي للدلالة على السببية الجعلية كما يدل عليه بيانه والتفسير بافادة كون الاول سببا للثاني خال عن هذه الفائدة بل يتبادر فيه السببية المحققة فلذا لم يفسر بها **قوله** بل ملزومية اشارة الى ما ذكره الشيخ الرضي رح معترضا على الشيخ ابن الحاجب حيث قال ان الشرط سبب والجزاء مسبب بان الشرط عندهم ملزوم والجزاء لازمه سواء كان سببا نحو لو كانت الشمس طالعة فالنهار موجود او شرطا نحو ان كان لي مال فحججت او لا شرطا ولا سببا نحو ان كان زيد ابي فكنت ابنه وان كان النهار موجودا فالشمس طالعة الى غير ذلك ولعل مرادهم بالسببية مجرد التوصل في اعتقاد المتكلم ولو ادعاء فيؤل الى الملازمة الادعائية فكلمة بل اما للاعراض

ـــــــــــــــ

عـه علة المحذوف وتمام كلام الشيخ هكذا وقد جاء في المتكلم قليلا بكلام الامر وذلك قولهم لا ارينك ههنا ١٢

عـه سببا للثاني ان تدخل من الادخال وهو ان تجعل كلاهما صيغة مخاطب فلا حاجة الى تكلف المجاز فتفكر وتشكر ١٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ

(بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں) فصلت : ۳۰

سیرت

انوارِ مظہریہ

مفتی اعظم پاک و ہند حضرت علامہ

شاہ محمد مظہر اللہ

نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

تالیف

الحاج محمد یونس بارٹی مظہری

ادیب فاضل ، ایم اے (فارسی)

ادارہ مسعودیہ ۲/۶، ۵-ای ، ناظم آباد ، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

اگر معمولات میں سے کہیں چند لمحے ہاتھ آ جائیں تو ان کو بھی مصرف میں لے لیا جائے۔ اوقات کے چھوٹے بڑے حصوں کو اس طرح ترتیب دیا ہوا تھا جیسے مالا جس میں چھوٹے بڑے موتیوں کو ترتیب سے پرو دیا جائے تو حسینان جہاں گلے سے لگا لیتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نہ ایسے عالم دین تھے جن کو پڑھنے لکھنے کے علاوہ کوئی کام عار معلوم ہوتا ہو۔ نہ ایسے پیر طریقت تھے جو مریدین سے خدمت لینا اپنا حق سمجھتے ہوں۔ اتباع سنت کے پیش نظر اپنا کام خود کرنا پسند فرماتے تھے بلکہ ان کو گھر والوں کی سہولت کے لئے کچھ کام کرنا اچھا لگتا تھا۔

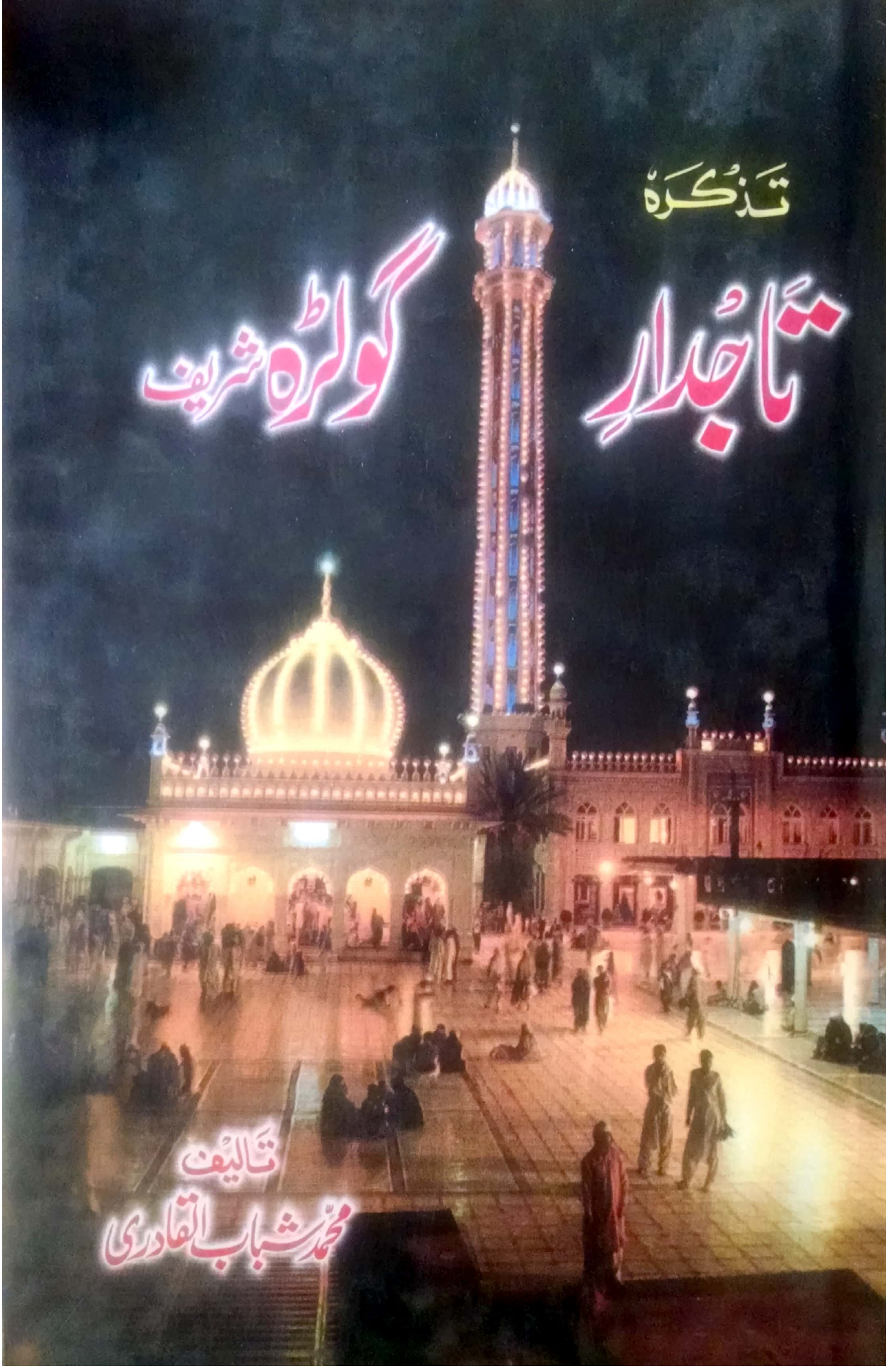
حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ اپنے کمرہ کی جھاڑو دینا صفائی بستر وغیرہ کی درستگی بھی فرما لیتے تھے آپ کو کپڑا سینا۔ کروشیئے سے بنا۔ جوتے مرمت کرنا۔ چارپائی بننا، کھانا پکانا، کتابوں کی جلدیں بنانا۔ گھڑی گھنٹہ کی مرمت۔ گلکاری۔ بھی آتا تھا۔

کام۔ کام۔ کام۔ اس شوق کا اثر تھا کہ اکثر ایک وقت میں دو کام کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ خاص طور پر جب بچوں کو سبق یاد کرانا، ان کا سبق سننا ہوتا تو ان کو بتاتے رہتے اور ہاتھ سے بھی کچھ کرتے جاتے تھے۔ کاغذ کی پھول پتیاں ہی بناتے رہتے۔

ایک بار حضرت علیہ الرحمہ، مفتی کفایت اللہ مرحوم کے گھر تشریف لے گئے۔ [1] مفتی صاحب موصوف چارپائی بن رہے تھے جلدی سے چارپائی پر چادر وغیرہ ڈال دی اور حضرت علیہ الرحمہ کو اندر بلا لیا تھوڑی ہی دیر میں حضرت نے اندازہ لگایا اور مفتی صاحب سے فرمایا آئیے جو کام باقی رہ گیا ہے وہ بھی پورا کر لیں اور باتیں بھی کرتے جائیں۔ مفتی صاحب مرحوم نے کچھ تکلف کیا پھر تعجب سے پوچھا کیا چارپائی بننا آپ کو بھی آتا ہے؟ پھر دونوں حضرات مل کر بننے لگے حضرت علیہ الرحمہ نے ایک خوبصورت ڈیزائن ڈال دیا مفتی کفایت اللہ حیران رہ گئے۔

---

[1] مفتی صاحب آخر میں اپنے سابقہ عقائد سے تائب ہو گئے تھے اور یہ بات کافی مشہور ہو گئی تھی۔ ان کی وصیتیں اس پر شاہد ہیں۔ مظہری



تذکرہ

تاجدارِ گولڑہ شریف

تالیف

محمد شباب القادری

مقابلہ کا اعادہ کرتے ہوئے آئیں بائیں شائیں کی۔ ایک دوسرے اعلان میں کہا کہ وہ تفسیر فاتحہ لکھ رہے ہیں۔ پیر صاحب بھی تفسیر فاتحہ لکھیں۔ اس کے بعد اگر اہل علم قسم کھا کر اعلان کریں کہ پیر صاحب کی تفسیر میری تفسیر سے بہتر ہے، تو میں اپنی طرف سے پانچسو روپیہ بطور انعام پیش کروں گا۔ مرزا صاحب خلقتہً اس قمار بازی کے دعادی تھے، اس اعلان کے ۷۰ دن بعد مرزا صاحب نے "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۃ فاتحہ پر اپنی تفسیر شائع کی تمام علماء و فضلاء اور عربی زبان کے اساتذہ اس پورچ نگاری پر حیران رہ گئے۔ مرزا صاحب کی تفسیر نہ صرف محاورۂ عربی سے محروم، لغوی اور نحوی اغلاط سے مملو اور مسروقہ عبارات سے پُر تھی، بلکہ خود غلط املا غلط، انشاء غلط کا پلندہ تھا مرزا صاحب کے اس سے دو احمد مُراد ہیں۔ احمد اوّل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور احمد دوم مرزا غلام احمد قادیانی ہیں مرزا صاحب کے مُرید محمد احسن امروہوی نے "شمس الہدایت" کے جواب میں "شمس بازغہ" لکھی۔ حضرت قبلہ عالم نے اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے ردّ میں سیف چشتیائی لکھی، جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا پورا حظ تو حضرات علماء و فضلا ہی اٹھا سکتے ہیں، لیکن اردو دان حضرات بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب کا حجم ۲۰۰ صفحات ہے۔ مولانا فضل حق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور نے اس کتاب کے متعلق کہا تھا کہ یُوں تو حضرت کے بہت سے کمالات بیان ہوتے ہیں، لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں، جس سے سیف چشتیائی ظہور میں آئی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں سیف چشتیائی سے متعلق لکھا ہے کہ حیات و موت عیسوی کی بحث سیف چشتیائی قابلِ مطالعہ ہے۔ علامہ انور کاشمیری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام کے دیباچہ میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیاتِ مسیح پر ایک بہترین تحریر قرار دیا

ان دنوں باؤجی قدس سرہٗ نے راقم کے بچوں کو اپنی شفقتوں میں شریک کیا احقر کی اہلیہ نے آپ سے عرض کیا۔ حضور رحمت اللعالمینؐ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم شریک حال ہے، کوئی تردد نہیں نہ کسی چیز کی احتیاج ہے۔ صرف اپنی دعاؤں میں شریک کرلیں۔ ہماری واحد ضرورت یہی ہے"۔ فرمایا۔ "مجھے تو اعلیٰحضرت کا حکم ہے۔ میں اُن کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں۔ بفضلِ تعالیٰ شورش ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔ اعلیٰ حضرت کی اُس پر نگاہ ہے"۔

باؤجی نے ۱۹۶۸ء سے لے کر اپنے وصال ۱۹۷۴ء تک ہمارے مؤدبانہ اعراض و انکار کے باوجود اپنا تلطف جاری رکھا۔ فرماتے "شورش ختم نبوت کا سپاہی ہے اور ہم اس کے دُعا گو ہیں"۔

راقم نے حکومت کی دھاندلی سے تنگ آکر کراچی کے ایام نظر بندی میں ۴۵ روز بھوک ہڑتال کی۔ اس دوران میں حالت خستہ سے خستہ ہوتی گئی۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ صبح و شام کا معاملہ ہوگیا۔ کسی وقت بھی سناونی آجانے کا احتمال تھا۔ ایوب خاں اور موسیٰ خاں راقم کو موت کی نیند سُلا دینا چاہتے تھے۔ پینتالیسویں روز حالت تشویشناک ہوگئی۔ مولانا تاج محمود مدیر "لولاک" نے اکابر کو اطلاع دی۔ ملک کے طول و عرض سے راقم کے نام تاروں کا تانتا بندھ گیا "بھوک ہڑتال چھوڑ دو"۔ اس روز دس بجے شب کے لگ بھگ حافظ عزیز الرحمٰن تشریف لائے اور فرمایا کہ انہیں لاہور سے مختلف راہ نماؤں کا پیغام آیا اور دین پور شریف سے حضرت مولانا عبدالہادی نے تار دیا ہے۔ ایک اور تار حضرت عبداللہ درخواستی کا ہے کہ بھوک ہڑتال چھوڑ دو۔ تمہاری زندگی ضروری ہے"۔ راقم نے حافظ جی کو ٹال دیا کہ صبح سوچیں گے۔ وہ چلے گئے۔ راقم تین بجے سو گیا۔ اذان کے وقت خواب دیکھا کہ جنت الفردوس کی ایک رَوِش پر، سیدنا مہر علیشاہ قدس سرہٗ العزیز علامہ انور شاہ

نوراللہ مرقدہٗ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کھڑے ہیں۔ راقم کے شانہ کو ان کے مقدس ہاتھ نے تھپکی دیتے ہوئے کہا:

"شورش گھبرانا نہیں۔ آخری فتح تمہاری ہے"۔

جب دن چڑھے راقم کو جگایا گیا تو پائنتی کی طرف پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد، کمشنر کراچی اور سپرٹنڈنٹ جیل کھڑے تھے۔ تینوں آپس میں کانا پھوسی کر کے چلے گئے۔ راقم ایک جاں بلب مریض کی طرح تھا۔ ایکا ایکی دوبارہ آنکھ لگ گئی۔ پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد گورنر موسیٰ سے مل کر لوٹے جھنجھوڑ کے جگایا۔ کہنے لگے... "مبارک ہو، آپ کو حکومت نے رہا کر دیا۔ پولیس چلی گئی۔ اب آپ آزاد ہیں"۔ اس کے بعد انہوں نے انجکشن لگانا شروع کئے اور رات کے آغاز تک انجکشن دیتے رہے اس کے بعد راقم نے ۱۹۶۸ء سے سانحہ ربوہ تک تن تنہا قادیانی امت کا سیاسی محاسبہ جاری رکھا باؤجی قدس سرہٗ نے راقم کو صبح شام کی دعاؤں میں شریک کر لیا۔ آپؒ کے روحانی تصرفات کا فیضان تھا کہ راقم کا قلب مضبوط ہوتا گیا۔ پھر جب جون ۱۹۷۴ء سے تحریک کا فیصلہ کن دور شروع ہوا، تو حضرت باؤجی نوراللہ مرقدہٗ مرض الموت کے نرغہ میں تھے، لیکن آپ کے معمول میں کوئی فرق نہ تھا۔ آپؒ کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اللہ والے یہی ہوتے ہیں۔ راقم نے وصال سے چند دن پہلے نیاز حاصل کیا، تو فرمایا۔

"جدوجہد کیئے جاؤ۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے"۔ پھر خاموش ہو گئے۔ چہرہ مبارک دمک رہا تھا۔ فرمایا ـــــ "آپ مسئلہ طے ہو کے رہے گا، نصرت آچکی ہے۔ میں اعلیٰ حضرتؒ کے پاس جا رہا ہوں۔ اُن سے عرض کروں گا۔ آپ نے جس پودے کی آبیاری کی تھی، وہ پھل لے آیا ہے"۔

اور مولوی حسین احمد عمر کے آخری حصے میں حج کرنے گئے تو پانی کے جہاز میں تقریر کی اور معتقدین کو ہدایت کی کہ پہلے مدینہ منورہ جائیں روضہ رسول پر حاضری دیں اپنے گناہوں کی معافی چاہیں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت طلب کریں یہ آیت کریمہ تلاوت کی ولوانهم اذظلموا الآیه۔

ان حضرات عالیہ کے دل صاف تھے، کسی کی دشمنی کی وجہ سے اس کے خلاف فتویٰ نہ دیتے بلکہ محض اللہ کے لیے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی علی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا۔ اس وقعہ سے ان حضرات کی شخصیت کا پتا چلتا ہے۔ قطعاً بدگمان نہ ہوئے حالانکہ گستاخانہ عبارت میں کھلی گستاخی ہے۔ وہ علماء اہل سنت کی قدر کرتے تھے اور حتی الوسع بدگمانیوں سے دور رہتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی دلی آرزو یہ تھی کہ ہر شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ وہ توبہ کے امکان کو مسترد نہیں فرماتے تھے اس لیے اُن گستاخان رسول کے لیے جن کی توبہ یا عدم توبہ کا یقینی علم نہ ہو سکوت کو بہتر خیال فرماتے تھے لیکن ان کی تکفیر کو منع نہیں فرماتے تھے اور ان گستاخانہ عبارات کا جو دل سے قائل ہوتا اس کو کافر قرار دیتے۔ (فتاویٰ مظہری، کراچی)

سیرتِ امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

سیّد اختر حسین شاہ

محمدؐ طاہر فاروقی

علی پور سیّداں
ضلع نارووال

سرفراز فرمائیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان اور اعتقاد جس طرح رب تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل درجے کا تھا، اسی طرح آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ہر کام اور ہر وقت میں کامل اتباع مقصود ہوتا تھا، اور اسی لئے آپ ہمہ وقت عشقِ رسول میں سرشار رہتے تھے۔ حرمین الشریفین کا سفر درپیش ہوتا تو آپ قبل از وقت روانہ ہوتے تاکہ ایام حج سے قبل زیادہ سے زیادہ مدت مدینہ منورہ میں اور دربار رسول کی حاضری میں صرف کر سکیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضور کا ادب

"حج و زیارت" کے بیان میں آچکا ہے کہ نعت کے الہانہ اشعار آپ کو کیسا بے تاب کر دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے آپ کو روحانی کیف اور قلبی سرور حاصل ہوتا تھا۔ اور آپ کا جی چاہتا تھا کہ یہی مبارک ذکر جاری رہے۔ آپ کی محفلوں میں نعت خوانی عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ آپ اچھے اشعار بار بار سنتے اور نعت خوانوں کی ہمت افزائی فرماتے۔ ان کو نقد انعامات سے نوازتے۔

یہ ذکر بھی پہلے آچکا ہے کہ اگر کوئی بدبخت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کسی طرح کی گستاخی کا ارتکاب کرتا تو آپ بے قرار ہو جاتے۔ اور اس کی قرار واقعی سرزنش فرماتے۔ آپ کو یہ گوارا نہ ہوتا کہ کسی قسم کی بدتمیزی اور ہرزہ سرائی آپ کے علم میں آئے اور آپ اس گستاخ شخص کو ضروری سزا فوراً ہی نہ دیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کی ہر شے سے آپ کو کمال محبت و عقیدت تھی۔ جس کا تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے۔ اگر کوئی شخص مدینہ شریف کی کسی چیز کا ذکر نامناسب یا معترضانہ انداز میں کرتا تو آپ اس کو سخت تنبیہہ فرماتے۔ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک عزت و احترام سے اچھے اور مناسب الفاظ میں کرتا، اس سے آپ بہت خوش ہوتے، اور اپنی خوشنودی کا اظہار بھی فرماتے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لاہور میں مسلم لیگ کا جلسہ تھا۔ علامہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی بھی جلسہ کی شرکت

کے لئے آئے تھے۔ اُنھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ "مَیں نے سُنا ہے اہلِ لاہور میرے درپے آزار ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟" آپ نے فرمایا "مولوی صاحب! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں۔" مولوی صاحب نے کہا "مَیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافر اور مرتد سمجھتا ہوں۔ یہی میرا عقیدہ ہے۔ میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کرسکتا ہوں۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوگئے اور آپ نے علاّمہ صاحب کو گلے لگا لیا۔ اور فرمایا آپ میرے بھائی ہیں۔ جلسے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا "علاّمہ شبّیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہ ہو۔ میرے سامنے انھوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کردی ہے۔" مولوی صاحب حضرت کے اخلاقِ کریمانہ سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بلند رُوحانی مدارج

دربارِ خداوندی اور سرکارِ نبوی میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کیا بلند رُتبہ حاصل تھا، اس کا ہم کو کیا علم ہو سکتا ہے۔ یہ البتّہ ہم جانتے ہیں کہ دین کی خدمت اور سنّتِ نبویؐ کا کامل اتباع کرنے والوں کے لئے مدارج بلند کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اور محبّتِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ میں سرشار رہنے والوں کا رتبہ اعلےٰ وارفع بتایا گیا ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عمر تبلیغ وارشاد اور خدمت دین وملّت میں صرف ہوئی، اس کا اجرِ جمیل اور صلۂ عظیم یقیناً بارگاہ ربّ العزّت سے عطا ہوا اور آپ ان مراتب بلند اور مدارج عالی پر فائز ہوئے اور آپ کو اخص الخواص کا سب سے اعلےٰ مقام مرحمت ہوا۔

ولایت کا آخری درجہ پانا

حضرت قبلۂ عالم کے وصال کے بعد مولوی عبد الرشید کو جو عرصہ دراز تک علی پور سیداں کے مدرسے میں مدرس اوّل رہے خواب میں آپ کی زیارت ہوئی انھوں نے دیکھا کہ آپ نہایت شاندار لباس زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ آپ نے مولوی سے فرمایا "مولوی! میں مدینہ منوّرہ سے آرہا ہوں۔ ولایت کے چھتیس ۳۶ درجے ہوتے ہیں۔ چھتیسویں درجے کا خلعت مجھے آج عطا ہوا ہے۔" اس

سے ملنے شیخ بڈھا کی مسجد میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب ایک حجرہ میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے ہیں۔ مٹی کے لوٹے کے اوپر روٹی رکھی ہے۔ روٹی کا لقمہ توڑ کر نمک مرچ لگا کر منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اور مطالعہ جاری ہے۔ تھوڑی دیر باہر کھڑے ہم یہ شغل دیکھتے رہے۔ اور خوش ہوئے کہ ایسی محنت ہو تبھی اعلیٰ پڑھائی ہو سکتی ہے۔ اچانک صاحبزادہ صاحب کی نظر ہم پر پڑی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ محبت اور عزت سے پیش آئے۔ کھانے کی تواضع کی۔ مگر ہم کھانا کھا کے ان کے پاس گئے تھے۔ اس لئے معذرت کر دی۔ اور کہا کہ ہم تو صرف آپ سے ملنے اور آپ کی خیریت معلوم کرنے آئے تھے۔"

سفرِ دہلی

امرتسر میں تحصیل علم کر چکنے کے بعد آپ دہلی گئے اور وہاں مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔ درسِ نظامیہ کی تمام اعلیٰ کتابیں، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل آپ نے یہیں کی تھی۔ حضرت سراج الملت فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر حضرت مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے پڑھی ہے اور حدیث کی کتابیں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی ہیں۔

مدرسہ امینیہ میں آپ نے دورہ حدیث ختم کیا تو دستار بندی کے لئے حضرت مولانا مولوی محمود الحسن صاحب تشریف لائے تھے۔ آپ نے ایک ایک طالب علم کی دستار بندی کی اور سندیں عطا کیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فطری تواضع و انکسار کے مطابق سب سے پیچھے تھے۔ جب آپ کی باری آئی تو دستاریں ختم ہو چکی تھیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب کو معلوم ہوا کہ اب کوئی دستار نہیں رہی تو انھوں نے اپنی ٹوپی اور دستار اتار کر صاحبزادہ صاحب کی دستار بندی کی۔ اور آپ کی ذہانت و فطانت کی تحسین فرمائی۔ آپ کی سند پر اپنے دستخط ثبت کئے۔ اور آپ کے لئے دعا کی۔ (یہ دستار اور سند اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے)

ایک دفعہ مولوی محمد عالم صاحب خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت کی ہم رکابی میں دہلی گئے ہوئے تھے۔ آپ بازار سے گزرتے ہوئے ایک دکان کے سامنے رک گئے۔ تو مولوی صاحب نے توقف کا سبب دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے

تذکرہ حضرت خواجہ سُلیمان تونسویؒ

خواجہ محمد سُلیمان تونسویؒ کے ارشادات وملفُوظات کا گراں قدر مجمُوعہ

مترجم: صاحبزادہ محمد حسین للہی

اہل اللہ کے ملفوظات و مکتوبات میں آج بھی دلوں کو عشق الٰہی کی گرمی پہنچانے اور معرفت حق کی چاشنی کا مزا دینے کی تاثیر موجود ہے۔ ان کے مطالعہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق، مادیت و دنیا پرستی سے نفرت اور آخرت کی طلب و یاد دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔

مناقب المحبوبین میں لکھا ہے کہ مولوی دیدار بخش پاک پٹنی نے ایک دفعہ جرأت کر کے پوچھا۔ کہ "حضرت اس وقت قطب مدار یعنی غوث کون ہے؟" تو فرمایا "تو ہیں وے توں۔" یعنی اپنی ذات کی طرف اشارہ فرمایا۔ مؤلف مناقب نے حجاز کے ایک مجذوب کے چند کلمات حضرت خواجہؒ کے متعلق نقل کیے ہیں۔ اس نے ایک شخص حاجی عبداللہ کو کہا: "اَیْنَ شَیْخُکَ؟" انہوں نے کہا "فِی بِلَادِ الْمُلْتَان" کہنے لگا "ہاں ہاں سلیمان" پھر کہنے لگا۔ "ھو شیخنا ھو تاجنا ھو شیخ المغرب والمشرق ولی اللّٰہ کثیر الاخلیفۃ اللہ واحد وھو خلیفۃ اللّٰہ۔"

آپ کی مقبولیت عند الناس کے متعلق سرسیّد احمد خاں مرحوم جو کہ آپ کے ہمعصر تھے۔ آثار الصنادید میں لکھتے ہیں:۔ "ان کی شہرت قاف سے قاف تک ہے۔"

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی چشتی دیوبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمّد سلیمان تونسویؒ اپنے زمانہ کے آفتاب تھے۔" (بیان کردہ سید انور حسین نفیس رقم)

علماء اور عوام کے علاوہ بڑے بڑے والیانِ ریاست اور جاگیردار نیازمندانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اکثر والیانِ ریاست کا معمول تھا۔ کہ گدّی پر بیٹھتے وقت آپ کے دستِ مبارک سے پگڑی بندھواتے، بہاول پور کے نواب صاحب، افغانستان سے شاہ شجاع اور امیر دوست محمّد خاں اور پنجاب، سرحد اور افغانستان کی چھوٹی بڑی ریاستوں کے نواب کئی دفعہ آپ کی خدمت میں عقیدت و ارادت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد بے شمار شعراء نے ہندی، فارسی اور عربی میں نعتیں اور قصائد لکھے، یہ سب نعتیں اور قصائد عقیدت و ارادت کی تصاویر ہیں جن سب کو ہم بخوفِ طوالت یہاں نقل نہیں کر سکتے۔ صرف دو دو تین تین اشعار نمونۃً یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

محمّد نغزی پشاوری ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں:۔

سُلطان چار طاق و سلیمانِ نُہ رواق — خانِ جہان و جانِ جہانبانِ جن و ناس

نغزی اگر بہ لطف کنی خدمتش قبول — منّت نہد بجان و بجا آورد سپاس

مولانا حکیم سیّد برکات احمد
سیرت اور عُلوم

محمود احمد برکاتی

برکات اکیڈمی کراچی
۲۹۸ اے لیاقت آباد نمبر ۴ کراچی

طرف کے علماء کے علمی مقام و مرتبت حسن سیرت اور دینی و علمی خدمات کا کھل کر اعتراف فرماتے دونوں کے محامد و محاسن کے قدر شناس تھے' دونوں کے شدت پسندانہ انداز فکر اور جنگ جویانہ طرز تحریر پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار فرماتے اور دونوں کی مناظرہ بازیوں سے بے تعلق رہتے' ان کی درس گاہ میں نہ علماء ماضی قریب کی آویزشوں کا تذکرہ ہوتا نہ معاصر علماء کی باہم چشمکوں کا' بالعموم اس قسم کی باتوں سے بے خبر ہی رہتے ان کے تلامذہ بھی ان کی محفل کے اس رنگ میں رنگ جاتے تھے اور برکاتی و خیر آبادی درس گاہیں' دیو بندی و بریلوی مسلک کے علما کی درس گاہوں سے یک سر مختلف نظر آتی تھیں۔ مولانا معین الدین اجمیری نے ایک استفتا کے جواب میں کہ کیا حضرات (شاہ محمد اسماعیل' مولانا محمد قاسم' مولانا رشید احمد) کافر ہیں ؟ تحریر فرمایا تھا کہ یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں' (۲۰۷ براۃ الابرار)

میں نے مولانا برکات احمد کے دسیوں تلامذہ سے دریافت کیا کہ فلاں فلاں علماء اور فلاں فلاں مسائل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟ تو سب ہی نے یہ جواب دیا کہ ہمارے حضرت کے یہاں تو اس قسم کی باتوں کا کبھی ذکر نہیں آتا تھا اس محفل کا تو رنگ ہی دوسرا تھا' یہی رنگ دوسری نسل میں بھی برقرار رہا اور مولانا کے تلامذہ کے تلامذہ کا بھی یہی ذہن بن گیا تھا' میں نے ایک بار مولانا معین الدین اجمیری کے تلمیذ رشید مولانا نجم الحسن خیر آبادی مرحوم سے اس سلسلے میں سوال کیا تھا تو' مولانا نے جواب میں لکھا تھا کہ مولانا عبد الحق اور ان کے تلامذہ کا مسلک اعتدال پسندی تھا' مولانا عبد الحق کے جید تلامذہ مولانا عبد العزیز' مولانا برکات احمد' مولانا نادر الدین' مولانا فضل حق رام پوری' مولانا ہدایت علی بریلوی' مولانا ماجد علی وغیرہ کی کسی سے (مخالفین) کی تکفیر ثابت نہیں ہے' مولانا اجمیری سے کبھی تفصیلی سوال کی نوبت نہیں آئی یہ سب حضرات معتدل مسلک کے حامل اور اپنے عقیدے میں پختہ رہ کر دوسروں کے ساتھ رواداری پر کار فرما تھے۔"

مولانا کو اگر امکان نظیر اور امکان کذب' انعقاد مجلس میلاد اور قیام فی المیلاد کے

سلسلے میں ایک گروپ سے اختلاف تھا تو علم غیب' تقبیل ابہامین طواف مزارات' بوسہ قبور وغیرہ کے سلسلے میں دوسرے گروہ کے علما سے آپ نے افکار مختلف تھے مگر امکان نظیر اور امکان کذب کے علاوہ کسی مسئلے میں بھی از خود اظہار خیال نہیں فرمایا' دوسرے مسائل میں جب بھی اظہار خیال فرمایا تو بڑے اصرار اور بار بار کے تقاضوں کے بعد۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بعض نظریات سے برملا اختلاف کیا تھا' لیکن ان کی سیرت کے سلسلے میں بارہا یہ واقعہ بڑے تاثر کے ساتھ سنایا کرتے تھے کہ والد ماجد (مولانا حکیم دائم علی) مولانا محمد قاسم کے خواجہ تاش تھے اس لئے ایک بار مجھے ان سے ملانے کے لئے دیوبند لے گئے تھے' جب ہم پہنچے تو مولانا چھتہ کی مسجد میں سو رہے تھے مگر اس حالت میں بھی ان کا قلب ذاکر تھا اور ذکر بھی با لجہر کر رہا تھا۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کا نام صرف ایک بار زبان قلم پر آیا تھا اور وہ بھی ایک خط میں (مولانا حافظ احمد موسی امام مسجد ناخدا کلکتہ کے اصرار پر) مجھ کو نہ مولوی احمد رضا خان صاحب سے بحث ہے نہ اہل دیوبند سے کچھ تعرض ہے' میرے عقائد عقائد سلف ہیں اس سے اصلا تجاوز نہیں کرتا آج تک میں نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی تصانیف نہیں دیکھیں البتہ یہ سنتا ہوں کہ یہ اس عقیدے میں مشہور ہیں ' تفصیل ان کے عقیدے کی آج تک مجھ کو معلوم نہیں اور نہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

ایک بار ایک صاحب نے بہت اصرار کیا تو ان کی تحریر فرمایا

انکار و گریز

مجھ کو ہمیشہ سے نفرت ہے کہ ایسے مسائل مختلف فیھا میں اپنی جان کو ڈالوں اور اپنی تضیع اوقات ایسے مسائل غیر ضروریہ میں کروں (مکتوب بنام احمد موسیٰ صاحب (کلکتہ)

تذکرہ

مجاہدِ ملت
حضرت مولانا

محمد ذاکر

رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ محمدی شریف، ضلع چنیوٹ، پاکستان

مرتبہ:

حافظ محمد سعد اللہ

مولانا محمد ذاکر اکیڈمی، محمدی شریف ضلع چنیوٹ

حضرت مولانا تمام مکاتب فکر سے متعلق لوگوں کو کتنی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے اور کس طرح ان کا احترام کرتے تھے۔ اس کی ایک چشم دید گواہی ان کے بھتیجے محترم میاں محمد مختار عمر صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:

میاں صاحب نے اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے:

میں (بندہ مختار عمر) ادارے (جامعہ محمدی) میں حضرت مولانا محمد ذاکر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا، چند افراد اور بھی حاضر تھے۔ صبح دس، گیارہ بجے دن کا وقت تھا تبلیغی جماعت کے چند افراد بستر اٹھائے جامع کی مسجد کے شمال والے دروازے سے داخل ہورہے تھے۔ حضرت مولانا کی نگاہ جب اُن پر بڑی تو خوشگوار موڈ میں زیرلب مسکراتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے چلتے پھرتے فرشتے دیکھنے ہوں وہ ان لوگوں کو دیکھ لے۔

حافظ نور احمد بھٹہ مرحوم ایڈووکیٹ چنیوٹ ساکن پپل بھٹیاں نے مجھے اپنا واقعہ سنایا، حافظ صاحب کہتے ہیں۔ وکالت پاس کرنے کے بعد میں نے حضرت مولانا مودودیؒ کے لٹریچر کا مطالعہ کیا تو مجھے ان کا سیاسی پروگرام پسند آ گیا لیکن میرے لیے یہ مشکل درپیش تھی کہ میں حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ کا دست بیعت تھا اور شاگردی کا شرف حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ (فیصل آباد) سے حاصل تھا اور ان کے مسلک پر کاربند بھی تھا۔ ادھر جماعت اسلامی اُدھر حضرت مولانا سردار احمد رحمہ اللہ جیسے متشدد بریلوی کا شاگرد اور پھر حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ جیسے معتدل مزاج رکھنے والے روحانی پیشوا کا مرید۔ یہ ایک متضاد قسم کا رویہ تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ میں کیا کروں۔ علاقائی طور پر حضرت مولانا محمد ذاکر رحمہ اللہ سے بہت متاثر تھا اور ان کی ذات گرامی پر پورا پورا اعتماد بھی رکھتا تھا۔ میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا پورا مدعا بیان کرتے ہوئے مشورہ طلب کیا۔ یا حضرت! کیا میں جماعت اسلامی میں شامل ہو کر ملک وقوم کی خدمت کروں یا نہ کروں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ایک مشفق اور محسن رہنما کی طرح حضرت مولانا نے بڑی ہی خندہ پیشانی سے فرمایا، حافظ صاحب! جماعت اسلامی بڑی اچھی جماعت ہے۔ اس کا سیاسی پروگرام بہت اچھا ہے، آپ نوجوان ہیں۔ وکالت پاس ہیں۔ آپ اس میں ضرور شامل ہو کر ملک وقوم کی خدمت انجام دیں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں، حضرت مولانا رحمہ اللہ کے الفاظ میں ایسی اپنائیت

دارالعلوم کے شاندار استقبال اور باہمی نہایت اخلاص ومحبت کے اظہار کو اکثر دہرایا کرتے تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس فراخدلی اور مسرت کے جذبات کے ساتھ حضرت صاحب ادام اللہ برکاتہم نے انتظامیہ دارالعلوم دیوبند کی دعوت کو قبول فرمایا اور جس والہانہ انداز میں جناب مہتمم صاحب، حضرت سید انور شاہ صاحب، اساتذہ کرام اور طلبہ نے استقبال کیا اور دارالعلوم میں پورے دن کی چھٹی کی۔ استقبالیہ جلسہ کر کے مہمان کا شکریہ ادا کیا۔ دارالعلوم میں ایک یادگار دن تھا۔

آپ تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے دارالعلوم دیوبند کی علمی اور مجاہدانہ خدمات کو دلی خراج عقیدت پیش فرمایا اور فرمایا تھا کہ میں نے صحیح حنفیت یہاں دیکھی ہے۔

حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ سیالوی دارالعلوم دیوبند سے کلیر شریف روانہ ہوئے تو آپ نے مجھے شرف رفاقت کی اجازت بخشی۔ دوران سفر دارالعلوم دیوبند کی علمی و سیاسی خدمات کی متعدد مواقع پر تعریف فرمائی۔ اور جب واپس دیوبند لوٹنے لگا تو خاص اہتمام کے ساتھ حضرت مہتمم صاحب سید انور شاہ صاحب کی خدمت میں سلام اور شکریہ عرض کرنے کا حکم دیا۔ جب ان ہر دو حضرات کی خدمت میں آپ کا مخلصانہ سلام پہنچایا گیا تو وہ سب محظوظ ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ قرآن مجید میں مجاہد مرد مومن کی جو تعریفیں آتی ہیں۔ حضرت صاحب سیالوی فی الواقع ان کے صحیح مصداق ہیں۔

دورہ حدیث شریف کی تکمیل اور واپسی:

ڈائری میں ۳۱ر دسمبر کے صفحہ پر اپنے دورہ حدیث شریف کے اختتام کو یوں تحریر فرمایا ہے۔

''۱۰ر رجب کو ترمذی شریف ختم ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے ماثورہ دعائے خیر فرمائی۔ بہت لطف آیا۔

۱۱ر رجب کو ابوداود شریف کا ختم ہوا۔ حضرت میاں صاحب نے قرأت فرمائی۔

۲۲ر رجب کو مسلم شریف ختم ہوئی۔

۲۹ر رجب کو شمائل ترمذی ختم ہوئی۔

تحت تھا۔ نواب آف بہاولپور کا براہ راست دخل تھا۔ لیکن آفیسران محکمہ تعلیم یا ریاست کی انتظامیہ میں سے کسی بڑے سے بڑے عہدیدار کی مجال نہ تھی کہ مولانا کے مشورے اور اجازت کے بغیر ادارہ کے کسی معاملہ میں دخل دے سکے۔ امتحانات، تعطیلات اور دیگر امور میں مولانا نے محکمہ کی ہدایات کی کبھی پابندی نہیں کی تھی۔ بلکہ ہمیشہ اپنی ہی رائے کے مطابق جملہ امور طے کرتے رہے۔ جناب علامہ گھوٹوی صاحب مرحوم نے علماء کرام (اساتذہ) کا تقرر، ترقیاں اور فراغت اپنے ہی ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں چوٹی کے ماہر اساتذہ تھے۔ جن میں نائب شیخ الجامعہ مولانا عبیداللہ صاحب، مولانا محمد صادق صاحب (شیخ الفقہ) مولانا محمد فاروق صاحب (شیخ الحدیث) جیسے بلند پایہ اساتذہ موجود تھے۔ طلبہ کی رہائش، خورد ونوش کا انتظام خاصا معقول تھا۔

مولانا محمد ذاکر دارالعلوم نعمانیہ ملتان سے جامعہ عباسیہ میں پہنچے، داخلہ لیا اور چند ہی ایام میں اساتذہ کی نظر میں مقبول ہو گئے۔ حضرت شیخ الجامعہ کے علاوہ مولانا محمد صادق صاحب کی خصوصی نظر کرم کو اپنی طرف مبذول کر لیا۔ آپ نے یہاں ۱۸-۱۹۱۷ء میں تعلیم حاصل کی، اساتذہ اور مدرسہ کے نظام کے ضمن میں مولانا اس مدرسہ سے خاصے متاثر ہوئے۔ خصوصاً جامعہ عباسیہ میں دینی و دنیوی تعلیم کا امتزاج، دیوبندی اور بریلوی مسلک کے علماء کا مل کر رہنا، طلبہ میں اعتدال کا رنگ اور شیخ الجامعہ کے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ روحانیت میں ان کا بلند مقام آپ کے ذہن میں نقش ہو گیا۔ کیونکہ طبعی فطری طور پر مولانا کو بھی انہی چیزوں کی جستجو تھی۔

علامہ انور شاہ کشمیری کی خصوصی شفقت:

مولانا عبدالحق صادق جامعی مرحوم کی روایت ہے: ''راقم الحروف ایک دفعہ مولانا کے استاذ حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ راقم جامعہ محمدی شریف سے آیا ہے۔ تو مولانا محمد صادق صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ مولانا نے منجملہ دوسری بہت سی باتوں کے ایک خاص لطیفہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند بہاولپور تشریف لائے۔ چیدہ چیدہ طلبہ اور اساتذہ موصوف کی زیارت کے لیے گئے۔ ان میں مولانا

محمد ذاکر صاحب نے بھی وہاں حاضری کی اجازت چاہی، ہم نے انہیں منع کر دیا کہ تم حضرت کشمیریؒ کی خدمت میں نہیں جا سکتے۔ مولانا نے لجاجت سے کہا کہ مجھے ضرور ہمراہ لے جاؤ۔ ہم نے کہا تم وہاں جاؤ گے تو خواہ مخواہ ہاتھ چومو گے، پاؤں پر گرنے کی کوشش کرو گے اور مولانا انور شاہ صاحب ایسی حرکات سے سخت منع فرماتے ہیں۔ وہ ہم سے بھی ناراض ہوں گے۔ اس لئے ہم تمہیں ساتھ نہیں لے جاتے۔ آپ نے بڑے وثوق کے ساتھ وعدہ کیا کہ میں صرف زیارت کرنے پر اکتفا کروں گا۔ کوئی ایسی حرکت قطعاً سرزد نہیں ہوگی۔ اس وعدہ کی توثیق کے بعد ہم نے انہیں ساتھ لے لیا۔ جب ہم سبھی وہاں حاضر ہوئے۔ سب نے مصافحہ کیا۔ یہ سب کے پیچھے تھے۔ بلکہ ہم نے قصداً انہیں سب سے آخر میں رکھا۔ جب سبھی نے مصافحہ کر لیا تو یہ صاحب حاضر ہوئے۔ مصافحہ کیا۔ بے ساختہ چیخ منہ سے نکلی اور پاؤں پر گر پڑے۔ ہم ڈر رہے تھے کہ اسے تو جو کچھ کہیں گے، وہ سن لے گا۔ ہماری بھی شامت آئی۔ لیکن کیا دیکھتے ہیں خلاف توقع آپ نے محمد ذاکر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اٹھایا۔ پیار کیا اور اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور پیٹھ پر بڑے پیار سے تین دفعہ تھپکی دی اور مجلس کی برخاست تک آپ کو حضرت شاہ صاحب نے اپنے پہلو میں ایسے بٹھائے رکھا۔ جیسے کوئی شفیق باپ اپنے لاڈلے اور بھولے بھالے بچے کو گود میں لے لیتا ہے۔ اب تو ہمیں محمد ذاکر کی قسمت پر رشک آ رہا تھا۔ لیکن یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے'' (مولانا صادق جامعی: تذکرہ مولانا محمد ذاکر غیر مطبوعہ)

فرشتہ صفت طالب علم:

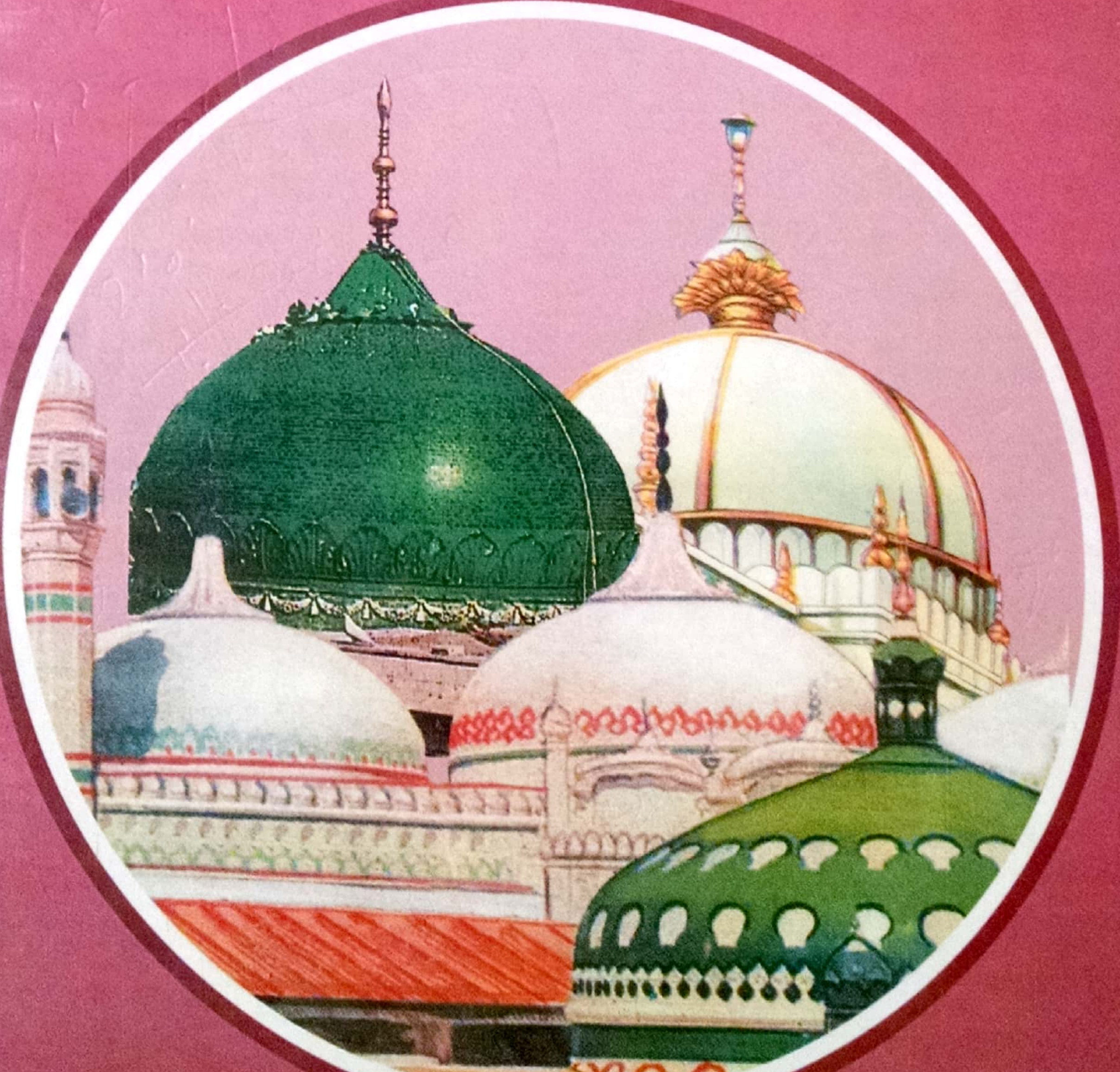
مولانا جامعی کے بقول مولانا محمد صادق صاحب رحمہ اللہ نے مولانا محمد ذاکر صاحب کے حالات بتلاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ سینکڑوں طلبہ زیر تعلیم و تربیت رہے ہیں۔ وہ طالب علم جس کے بچپن اور جوانی کی معصومیت کی قسم کھائی جا سکتی ہے وہ محمد ذاکر ہے۔ غالباً محمد ذاکر کی عمر اس وقت چودہ یا پندرہ سال تھی جب جامعہ عباسیہ آئے تھے۔ جماعت میں بیٹھے ہوئے جب میری ان پر نظر پڑتی تو مجھے یوں محسوس ہوتا میں انسان کو نہیں بلکہ فرشتہ کو دیکھ رہا ہوں۔

تذکرہ

مشائخ نقشبندیہ

مصنف

علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



حضور کے بدن مبارک کی طرف غور جو کیا۔ تو نظر آیا کہ آپ کو سانس مطلق نہیں آتا۔ تقریباً دس یا پندرہ منٹ تک یہی حال رہا۔ میں نے پریشان ہو کر سائیں محمد علی شاہ سے کہا کہ دیکھو تو حضرت کو سانس نہیں آتا۔ ہم اسی گفتگو میں تھے کہ حضور جاگ اٹھے اور آنکھ کھول کر فرمایا۔ کیا باتیں کر رہے ہو۔ میں نے وہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم مدینہ شریف گئے ہوئے تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید آپ خواب میں مدینہ شریف تشریف لے گئے ہوں۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے نور باطن سے میرے اس خطرہ پر آگاہ ہو کر فرمایا۔ مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے اب بھی موجود ہیں جو نظر اٹھانے میں مدینہ شریف پہنچ جاتے ہیں۔ اور نظر نیچی کرنے میں یہاں واپس آجاتے ہیں۔

خواب کی کیفیت:

شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری ادام اللہ تعالیٰ فیوضہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مخدومنا توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بر سبیل تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیو بندی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا۔ مگر میں بے اختیار جا رہا تھا۔ آخر مولانا سے آگے ہو گیا اور پہنچ گیا۔

درود شریف کی برکت:

مولانا ممدوح اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ عاجز محمد مشتاق احمد نے حضرت عارف کامل سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا اس حالت میں دیکھا ہے کہ حضرت ممدوح بعد نماز عصر یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اللّٰھمّ صلّ علٰی سیّدنا محمد وعلی اٰل سیّدنا محمد بعدد کلِّ ذرّةٍ مائة اَلفِ اَلفِ مرةٍ۔ پڑھتے پڑھتے بعض وقت حضوری ہو جاتی تھی اور بے اختیار سر زمین پر جھکا دیتے تھے۔ گویا بے ہوش ہو جاتے تھے۔ عجیب فیض اس وقت وارد ہوتا تھا۔

اتنے میں وہ آدمی آپہنچا۔ کہنے لگا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ مٹھائی نہ کھانا۔ میں نے کہا۔ وہ تو پہلے ہی تمام کیچڑ میں گر گئی۔

حق پر ہونا:

شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری کا بیان ہے کہ کسی زمانہ میں غیر مقلدین انبالہ نے بحث مباحثہ اہل سنت مقلدین سے شروع کر رکھا تھا۔ نااتفاقی زیادہ ہوگئی تھی۔ حضرت سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان دنوں کا قصہ مجھ سے اس طرح فرمایا۔ کہ مجھے یہ خیال آیا کہ غیر مقلدین جب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہیں۔ تو ان کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے اور فکر میں تھا کہ اس کے متعلق مجھے جو حق ہو معلوم ہو جائے۔ آخر الامر ایک شب یہ خواب دیکھا۔ کہ ایک احاطہ میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہیں۔ اس احاطہ کا صرف ایک دروازہ ہے۔ گرداگرد دیوار ہے۔ دیوار کے باہر نصاریٰ بھی کھڑے ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نصاریٰ کی پشت ہے۔ اور غیر مقلدین بھی دیوار احاطہ کے باہر ہیں۔ ان کا چہرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ مگر اندر جانے کا دروازہ انہیں نہیں ملتا۔ دیوار احاطہ کے باہر کھڑے ہیں۔ اور اہل السنّت والجماعت مقلدین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بے تکلف دروازہ سے اندر جاتے ہیں اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خواب دیکھ کر اطمینان ہوگیا کہ مقلدین امام اعظم و دیگر مقلدین ائمہ حق پر ہیں اور غیر مقلدین غلطی پر ہیں۔ کہتا ہے عاجز مشتاق احمد کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصہ خواب کے ذکر کرنے کے بعد انبالہ ہی میں اس عاجز نے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ مدرس اول دیوبند کو خواب میں دیکھا کہ عاجز سے فرماتے ہیں۔ توکل شاہ نے جو خواب تمہارے سے بیان کیا۔ وہ صحیح ہے۔ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ انتہیٰ

علم کے موتی:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسعت علم کا حال حضور علیہ الرحمۃ سے یوں نقل کرتے ہیں۔ کہ فرمایا کہ ایک دفعہ ہم مراقبہ میں تھے۔ ہم نے

6۔ حضرت مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

7۔ حضرت محمد مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

8۔ حضرت میاں عطاء محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

9۔ حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

10۔ حضرت مولانا شیر محمد خان کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

11۔ حضرت مولانا محمد شریف بدخشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

12۔ حضرت مولانا مولوی فتح محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

13۔ حضرت مولانا مولوی رسول بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

14۔ حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

15۔ حضرت میاں شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

16۔ حضرت منشی احمد جان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال مبارک:

حضرت خواجہ امام علی شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال مبارک ۱۴ شوال المکرم ۱۲۸۲ء میں ہوا آپ کا مزار مبارک مکان شریف میں مرجع خلائق ہر خاص و عام ہے۔

یا اللہ　　اللہ اکبر　　یا رسول اللہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سورہ یونس، آیت ۶۲

مخزنِ کرم

یعنی

قدوۃ السالکین عمدۃ الصالحین حجۃ الکاملین زبدۃ العارفین قطب الاقطاب غوث الاغیاث محی السنۃ قاطع البدعۃ فنا فی الرسول جگر گوشہ بتول، جناب حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف

حضرت کرمانوالے قدس سرہ العزیز

کے

سوانح حیات، دل آویز ملفوظات، نوادر مکاشفات، کرامات، تصرفات کا پُر بہار گلدستہ

تالیف لطیف

چودھری نور احمد مقبول نقشبندی مجددی (میروالی)

مکتبہ حضرت کرمانوالا چوک کرمانوالا مقبول سٹریٹ افضال روڈ
سانده کلاں لاہور فون نمبر: 7237622

یا اللہ جل جلالہ　　　　اللہ اکبر　　　　یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سورہ یونس، آیت ۶۲

مخزنِ کرم

یعنی

قدوۃ السالکین عمدۃ الصالحین حجۃ الکاملین زبدۃ العارفین قطب الاقطاب

غوث الاغیاث محی السنۃ قاطع البدعۃ فنا فی الرسول جگر گوشہ بتول،

جناب حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف

حضرت کرمانوالے قدس سرہ العزیز

کے

سوانح حیات، دِل آویز ملفوظات، نوادر مکاشفات، کرامات، تصرفات

کا پُربہار گلدستہ

تالیف لطیف

چودھری نور احمد مقبول نقشبندی مجددی (میروالی)

مکتبہ حضرت کرماں والا چوک کرمانوالا مقبول سٹریٹ افضال روڈ

ساندہ کلاں لاہور فون نمبر: 7237622

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (بھارت):

اُن ایام میں یہ مدرسہ تشنگان علم دین کی سیرابی کا مشہور مرکز تھا۔ آپ نے وہیں کا قصد کیا۔ بوقتِ رخصت آپ کے شفیق چچا سیّد قطب الدین شاہ نے نصیحت فرمائی بیٹا! وہ علم حاصل کریں جس سے مخلوق خدا کو نفع پہنچے نہ کہ وہ جو صرف قیل وقال تک محدود ہو۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مولٰنا خلیلؒ احمد رحمتہ اللہ علیہ صدر مدرس سے سند تکمیل حاصل کی۔ بعد ازاں دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرّب واقع شیخ پورہ محلّہ میں مولٰنا عبدالعلیٰ قاسمی صاحب سے 1327ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

خطابت:

صوفی محمد ابراہیم میروالی ضلع شیخوپورہ نے بیان کیا کہ حضرتؒ قبلہ کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ قیام دہلی کے دوران مدرسہ میں مجالس مذاکرہ وقتاً فوقتاً منعقد ہوا کرتی تھیں۔ طلباء کو تقریر کا موقع ملتا مگر میں جان بوجھ کر وقت نہ لیتا۔ ایک موقعہ پر کثیر طلباء شریک ہوئے۔ علمی تقریریں ہو رہی تھیں۔ طلباء اپنے اپنے پسند کے موضوع پر خطابت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ میر مجلس نے مخاطب ہو کر مجھے فرمایا ''آپ بھی کچھ کہیں'' چنانچہ میں اُٹھا اور سورۃ النساء آیت ۷۸ تلاوت کی ''این ماتکونو یدرککم .... مشیدہ'' ترجمہ: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آئے گی اگر چہ مضبوط قلعوں میں ہو۔ (کنز الایمان)

میں نے اس کی تفسیر میں اردو زبان میں ایسی تقریر کی کہ میرے شریک درس طلباء انگشت بدنداں تھے اور اساتذہ داد دے رہے تھے۔ تقریر ایسی پُر اثر تھی کہ دنیا کی بے ثباتی اور یاد الٰہی کی اہمیت ہر سامع کے دل میں گھر کر گئی کہ سامعین کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

؎ خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تُو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ اپنے وطن مالوف موضع کرمونوالا شریف واپس آ گئے۔ گاؤں میں اہل سنت و جماعت کی ایک چھوٹی سی مسجد تھی آپ نے اس مسجد میں چند طالب علم جمع کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان ہی ایام میں آپ کے پیرومرشد

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۰۰ھ تک دُنیا بھر کے
ایک ہزار سے زائد حنفی علماء و فقہا کا مُستند تذکرہ
اردو میں اپنے موضوع پر واحد کتاب

حدائق الحنفیہ

مولوی فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ

مرتبہ معہ حواشی و تکملہ
خورشید احمد خان

المیزان

مولوی محمد قاسم نانوتوی

مولوی محمد قاسم[1] بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی: ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے، نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے، علامۂ عصر، فہامہ دہر، فاضل متبحر، مناظر، مباحث، حسن التقریر، ذہین، معقولات کے گویا پتلے تھے۔ آپ لڑکپن ہی سے ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز، وسیع حوصلہ، جفاکش، جری تھے۔ مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا، اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے، چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کئے۔ عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کرائی پھر آپ سہارنپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۰ھ میں مولوی مملوک العلی کے پاس دہلی میں جا کر تحصیلِ علوم میں مشغول ہوئے، اور حدیث کو شاہ عبدالغنی محدث سے پڑھا۔ جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے مدرسہ عربی سرکاری واقع دہلی میں مدرس رہے، پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اور تحشیہ و تصحیح بخاری شریف کا کام انجام دیا۔

آپ کا قول ہے کہ بایام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ میں سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں۔ جناب والد سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا۔ ۱۲۷۷ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی مدرسہ کے سرپرست مقرر ہوئے، ۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آکر تدریس و تنشیر علوم میں مشغول ہوئے۔ سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ سمجھے اور عجائب وغرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے جس سے تطبیق اختلافات اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ و بن تک ہو جاتی تھی۔ پادری تاراچند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاندپور ضلع شاہجہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک میلہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے، اس میں آپ نے ابطال تثلیث و شرک اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے۔ ۱۲۹۴ھ میں پھر اس میلہ میں پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر عیسائیوں سے تحریف میں

---

[1] محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد ہاشم۔ (سوانح قاسمی)

گفتگو ہوئی اور عیسائی ایسے بے سروپا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا حتی کہ اپنی بعض کتابیں بھول گئے، ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالہ میں مرتب کیا اور اس کا نام حجۃ الاسلام رکھا، اسی سال آپ پھر حج کو تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا ہوکر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے اسی اثناء میں دیانند سرستی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔ یوم پنجشنبہ ظہر کے وقت ۴ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ میں ذات الجنب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوتہ[1] میں دفن کئے گئے۔ "مباحث روشن نفس" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ سے مولوی محمود حسن دیوبندی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہوی وغیرہ نے پڑھا۔

مولوی احمد علی محدث سہارنپوری

مولوی احمد علی[2] محدث سہارنپوری : عالم فاضل، فقیہ، محدث، جامع منقول و معقول، حاوی فروع و اصول تھے۔ حفظ قرآن کے بعد علوم عربیہ وغیرہ میں مشغول ہوئے اور اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے علوم متداولہ حاصل کرکے دہلی میں مولانا محمد اسحاق محدث سے حدیث کو پڑھا اور اس کی سند ان سے لی، پھر حج کیا اور حرمین شریفین کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا اور اجازت حاصل کی پھر دہلی میں آکر مطبع احمدی نام جاری کیا جو غدر تک بڑے زور و شور سے جاری رہا اور اس میں بڑی بڑی علمی کتابیں آپ کے اہتمام اور تحشی سے چھپتی رہیں خصوصاً صحیح بخاری وغیرہ پر آپ نے عمدہ حواشی چڑھائے اور ان میں حنفی مذہب کی خوب تائید کی، علاوہ تحشیہ و تعلیقات کے ایک رسالہ الدلیل القوی علی ترک القراءۃ للمقتدی خوب تحقیق و تدقیق سے فارسی میں تصنیف فرمایا جس کا ترجمہ اردو میں اب چھپا ہوا موجود ہے۔ مطبع شکست ہونے کے بعد آپ اپنے وطن مالوف سہارنپور میں آگئے جہاں مرض فالج سے ۶ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔ "خزانہ خوبی" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ سے بذریعہ تدریس اور انطباع کتب علمیہ کے بڑی نشر علمی ہوئی۔

شیخ عماد الدین

شیخ عماد الدین بن عبد الرسول بن ابراہیم بن اسلم بن یحییٰ رفیقی : لبیب فاضل، ادیب کامل، عالم نحریر، محدث، فقیہ، اورع، اعبد تھے۔ ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ و متعارفہ کو اپنے زمانہ کے اساتذہ

---

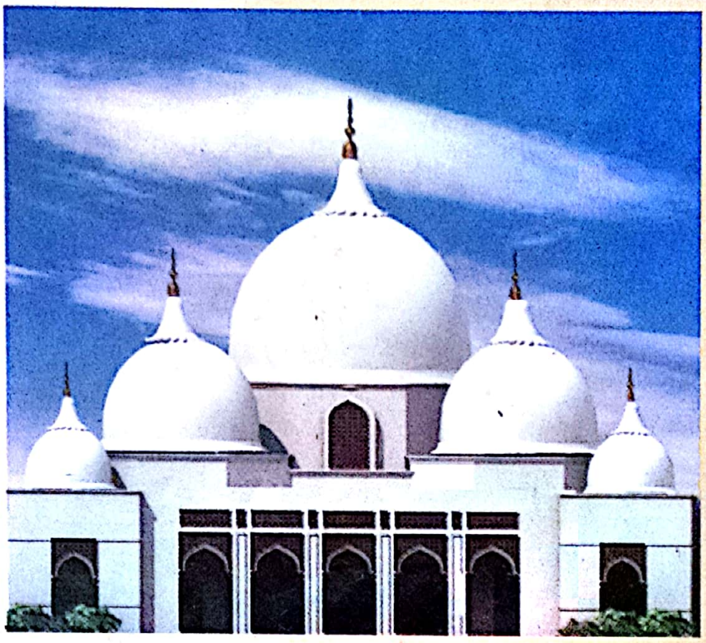
[1] آپ دیوبند میں مدفون ہیں۔ (مرتب)

[2] مولانا احمد علی بن لطف اللہ۔ (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

جن کے سائل سب شاہ و گدا ہیں
یہ وہی کرماں والے شہنشاہ ہیں

ایک کتاب موسومہ

معدنِ کرم



آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف (اوکاڑہ)

مشتمل بر احوال و آثار

شمس العارفین، سراج السالکین قطب الاقطاب، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرمانوالے

مولف

محمد اکرام ایم اے

زیر سرپرستی

الحاج پیر انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی دامت برکاتہم قدسیہ

خلیفہ مجاز حضرت کرماں والا شریف

کرماں والا بک شاپ

میں شراب سے سخت نفرت پیدا ہوگئی اور پھر اُس کی بُو بھی اُن کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتی۔

تحصیل دار صاحب دیپال پور حضرت قبلہؒ کے معتقد تھے۔ حجرہ شاہ مقیم کے گدی نشین پیر عارف علی شاہ صاحب اور پیر سیّد علی شاہ صاحب حضرت قبلہؒ کے پاس تشریف لائے اور تحصیل دار صاحب مذکور کے نام ایک سفارشی رقعہ تحریر کرنے کی درخواست کی۔ آپؒ نے فرمایا کہ آپ کا منشا یہ ہے کہ بھائی کا حصہ بھی آپ کو مل جائے۔ مگر وہ رقعہ حاصل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر حضرت قبلہ نے رقعہ تحریر کردیا کہ قرآن پاک کی رو سے اُن کا فیصلہ کردیا جائے۔

شاہ صاحب نے باہر آکر جب یہ الفاظ پڑھے تو مایوس ہوئے اور رقعہ تحصیل دار صاحب کو نہ پیش کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ تاریخ مقررہ پر جب عدالت میں حاضر ہوئے تو تحصیل دار صاحب نے سب سے پہلا سوال یہی کیا۔ "لائیں حضرت میاں صاحبؒ کا خط مجھے دے دیں۔ وہ خط کہاں ہے۔" انھوں نے پس و پیش کی اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹالنا چاہا کیونکہ وہ تحریر اُن کے خلاف تھی۔ تحصیل دار صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد عین قرآن پاک کے مطابق فیصلہ سُنا دیا جس سے طرفین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہوئی۔

حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بیساختہ فرمایا۔ "وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔ میری تمنا ہے کہ

تھے اور زیادہ وقت اُن کے پاس ہی گزارتے تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب کی طرز پر تعلیم شروع کرائی گئی۔ ایک مُتقی اور شریف الطبع اُستاد نے آپ کو بسم اللہ کرائی اور قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد آپ نے مروّجہ عربی فارسی کُتب کی تعلیم حاصل کی۔

حصُولِ علُومِ دینیہ

ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصُول کی طرف متوجہ ہوئے۔ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم اُن دِنوں تشنگانِ علمِ دین کے لیے ایک چشمۂ فیض تھا۔ آپ نے وہیں کا قصد کیا۔ بوقتِ رخصت آپ کے شفیق چچا نے فرمایا، "برخوردار ! وہ علم حاصل کرکے آنا جس سے مخلوقِ خدا کو نفع پہنچے نہ کہ وہ علم جو خشک ہو اور صرف قیل وقال تک محدود ہو"۔ چنانچہ ابتدا سے ہی آپ کے دِل میں علم اور عمل کی لگن پیدا ہوگئی۔ یہ بات آپ کے دلنشیں ہو چکی تھی کہ علم وہی فائدہ مند ہے جس سے عملِ صالح کی راہیں ہموار ہوں۔

مدرسہ مظاہر العلوم میں اُن دنوں مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے۔ وہاں سے تکمیلِ علم کی سند حاصل کرکے آپ نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالربؒ میں داخل ہوکر شیخ الحدیث مولانا عبدالعلی صاحب قاسمی جیسے متبحر عالم سے دورۂ حدیث ختم کیا۔

قیامِ دہلی کے دوران ایک موقع پر مدرسہ میں مجلسِ مذاکرہ منعقد ہوئی۔ ایسی مجلسیں اُس مدرسہ میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھیں۔ نو آموز طلبہ تقریروں کی مشق کیا کرتے تھے۔ آپ کے اساتذہ اور زیرِتعلیم طلبہ کثیر تعداد میں شریکِ محفل تھے۔ علمی تقریریں ہو رہی

حاضر ہوئے اور اولادِ نرینہ کے لیے دُعا کی درخواست کی۔

آپ نے ایک شیرینی (پھل) ان کو دے کر ارشاد فرمایا کہ جا کر یہ پھل اپنی بیوی کو کھلا دینا۔ گھر واپس پہنچ کر حسب الارشاد وہ پھل اُنھوں نے اپنی بیوی کو کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی دُعا سے ایک تندرست و توانا اور خوبصورت بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام "میر منصور محمودؒ" رکھا گیا اور وہ اب لاہور میں ایک کامیاب وکیل ہیں۔

سنگین مقدمات سے بریّت

میر محمود صاحب کا بیان ہے کہ غالباً ۱۹۳۳ء یا ۴۴ء کا واقعہ ہے کہ حکومتِ پنجاب نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم پر ایک سنگین مقدمہ کھڑا کر دیا۔ یہ مقدمہ مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کی عدالت میں زیرِ سماعت تھا۔ اُن پر جو الزامات عاید کیے گئے تھے اُن کے نتیجہ میں اُن کو سخت ترین سزا دی جا سکتی تھی۔ میر صاحب امرتسر کے رہنے والے تھے اور اُن کی شاہ صاحب سے راہ و رسم تھی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اُن کو کہا کہ گولڑہ شریف جا کر حضرت صاحب سے اُن کے حق میں دُعائے خیر کروائیں۔

چنانچہ وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بخاری صاحب کی طرف سے التجائے دُعا کی۔ اس پر آپ نے لٹھے کی ایک ٹوپی مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا کہ یہ ٹوپی سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو پہنا دیں اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں باعزت طور پر بری کر دیں گے۔ انجام کار مسٹر کھوسلہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو باعزت بری کر دیا۔

مخلصانہ خدمت کا صلہ

محمد مہرالدین کھوکھر ساکنہ شیخوپورہ بیان کرتے ہیں کہ جوانی کے عالم میں ایک وقت اُن پر ایسا بھی آیا کہ وہ سخت

ضیائے مہر

سوانح حیات

حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی

بابوجی رحمۃ اللہ علیہ

باجازت

حضرت پیر سید شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی

سجادہ نشین درگاہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

تالیف

مولانا مشتاق احمد چشتی

مفتی و خطیب درگاہ عالیہ گولڑہ شریف

شامل نہ ہوئے لیکن سفر و حضر میں دعا گو رہتے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں علماء و صلحا کی یکجہتی کے لیے لاہور میں مجلسِ مشاورت کا اجلاس ہوا تو آپؒ پہلی دفعہ مدعوین کی زبردست خواہش پر تشریف لائے۔ آپؒ کا فقید المثال استقبال کیا گیا۔ سیّد عطاء اللہؒ بخاری آپؒ سے کچھ دیر بعد تشریف لائے اور اگلی صف کی کرسی پر بیٹھ گئے۔ کسی نے کہا ''شاہ جی وہ ادھر پیچھے حضرت صاحبزادہ سیّد غلام محی الدینؒ گولڑہ شریف فروکش ہیں۔'' شاہ صاحب نے پلٹ کر دیکھا، فوراً آگے بڑھے، آپؒ کے گھٹنے کو ہاتھ لگایا اور جھک گئے کہنے لگے ''حضرت آپؒ آ گئے، بحمد اللہ ہماری نصرت قریب ہو گئی ہے'' میرے سامنے اعلیٰ حضرتؒ آ گئے ہیں۔ ہم تو انہی کا مشن لے کر چل رہے ہیں۔ شاہ جیؒ نے دعا کرائی، بابو جیؒ نے دعا کی، بابو جیؒ ہی کا فیضان تھا کہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر جو بعض فروعی جھمیلوں کے باعث کبھی اکٹھا نہ ہوتے تھے، اس تحریک میں اکٹھے ہو کر قادیانیت سے ٹکرا گئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس تحریک میں دیوبندی، بریلوی، حنفی، اہل حدیث اور شیعہ ایک ہو کر قادیانیت کے خلاف متحد العمل ہوئے۔ حضرت بابو جیؒ اس وقت کے مقتدرین ملک غلام محمد گورنر جنرل، خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم اور میاں مشتاق احمد گورمانی وزیر داخلہ سے بھی ملے۔ انہیں مسلمانوں کے جذبات اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کیا اور اسیرانِ تحریک کی مشکلات کے ازالے پر توجہ دلائی۔ بابو جیؒ نے ۱۹۶۸ء سے لیکر ۱۹۷۴ء تک ہمارے مؤدبانہ اعراض و انکار کے باوجود اپنا تلطف جاری رکھا، فرماتے شورش ختم نبوت کا سپاہی ہے اور ہم اس کے دعا گو ہیں۔ ۱۹۶۸ء سے سانحہ ربوہ تک تن تنہا قادیانی امت کا سیاسی محاسبہ جاری رکھا۔ بابو جیؒ نے راقم کو صبح شام کی دعاؤں میں شریک کر لیا۔ آپؒ کے روحانی تصرّفات کا فیضان تھا کہ راقم کا قلب مضبوط ہوتا گیا، پھر جب جون ۱۹۷۴ء کا فیصلہ کن دور شروع ہوا تو حضرت بابو جیؒ نور اللہ مرقدہ مرض الموت کے نرغے میں تھے لیکن آپؒ کے معمول میں کوئی فرق نہ تھا، آپؒ کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اللہ والے یہی ہوتے ہیں۔ راقم

علامہ محمودؒ (پپلاں والے)

علامہ محمودؒ، حضرتِ اعلیٰؒ کے خصوصی فیض یافتہ تھے، وہ کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف تھے، میانوالی کے اطراف واکناف میں وہ مفتی کی حیثیت سے تسلیم کئے جاتے تھے۔ جب حضرتِ اعلیٰؒ سے مولوی حسین علیؒ بھچراں والے نے مناظرہ کیا تو وہ اس موقع پر موجود تھے۔ علامہ صاحب فرماتے تھے کہ حضرتِ اعلیٰؒ کے پہلے سوال پر ہی مولوی حسین علی یکسر لاجواب ہوگیا اور مارے ندامت کے اس نے سر جھکا دیا۔ آپ نے موضع پپلاں میں مدرسہ دینیہ محمودیہ کی بنیاد رکھی جس میں مولانا فیض احمد فیضؒ اور دیگر کئی علماء تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ حضرت علامہ صاحب کو فقہ وعلومِ دینیہ کے علاوہ ریاضی، فلسفہ، حکمت، ہیئت، اقلیدس میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ بڑے بڑے علماء ان سے حصولِ علم کے لئے حاضری دیتے، ان کے تلامذہ میں جسٹس پیر کرم شاہؒ الازہری صاحب تفسیر ضیاء القرآن اور مولانا عطا محمد بندیالویؒ کے نام سرِ فہرست ہیں۔ انہوں نے وصال سے قبل حضرت بابوجیؒ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا، جس میں یہ شعر تحریر کیا۔

کششے کہ عشق دارد نگزاردت بدیں ساں

بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

ترجمہ: (عشق میں جو کشش ہے وہ آپ کو اس حال میں نہیں چھوڑے گی، اگر تم میرے جنازہ پر
نہیں آئے تو میرے مزار پر ضرور آؤ گے)۔ چنانچہ حضرت بابوجیؒ ان کے مزار پر تشریف لے گئے۔

مولانا محمد حسین شوق صاحب

علامہ محمودؒ کے فرزند مولانا محمد حسین شوق صاحب بہت بڑے عالم اور مفتی تھے، اپنے والد بزرگوار کی طرح کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف تھے۔ انہیں حضرتِ اعلیٰؒ

ہارون سعد (ایڈیٹر امروز لاہور)

انہیں دیکھتے ہی مادیت کا طلسم خانہ پاش پاش ہو جاتا تھا۔

شاعر اسلام حضرت احسان دانش

وہ آدمی تھا مگر دیکھنے کی تاب نہ تھی۔

حضرت شفیق کوٹی

اس وطن کے بُت کدے میں نعرۂ تکبیر تھے۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری

میں نے اُن کے آستاں سے فیض پایا تھا بہت۔

مرحوم قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔ شورش!

انہیں دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے۔

مولانا ابوالبرکاتؒ

تھا اُن میں رنگِ علیؓ اور اُن میں بُوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

عزیز انصاری (گوجرانوالہ)

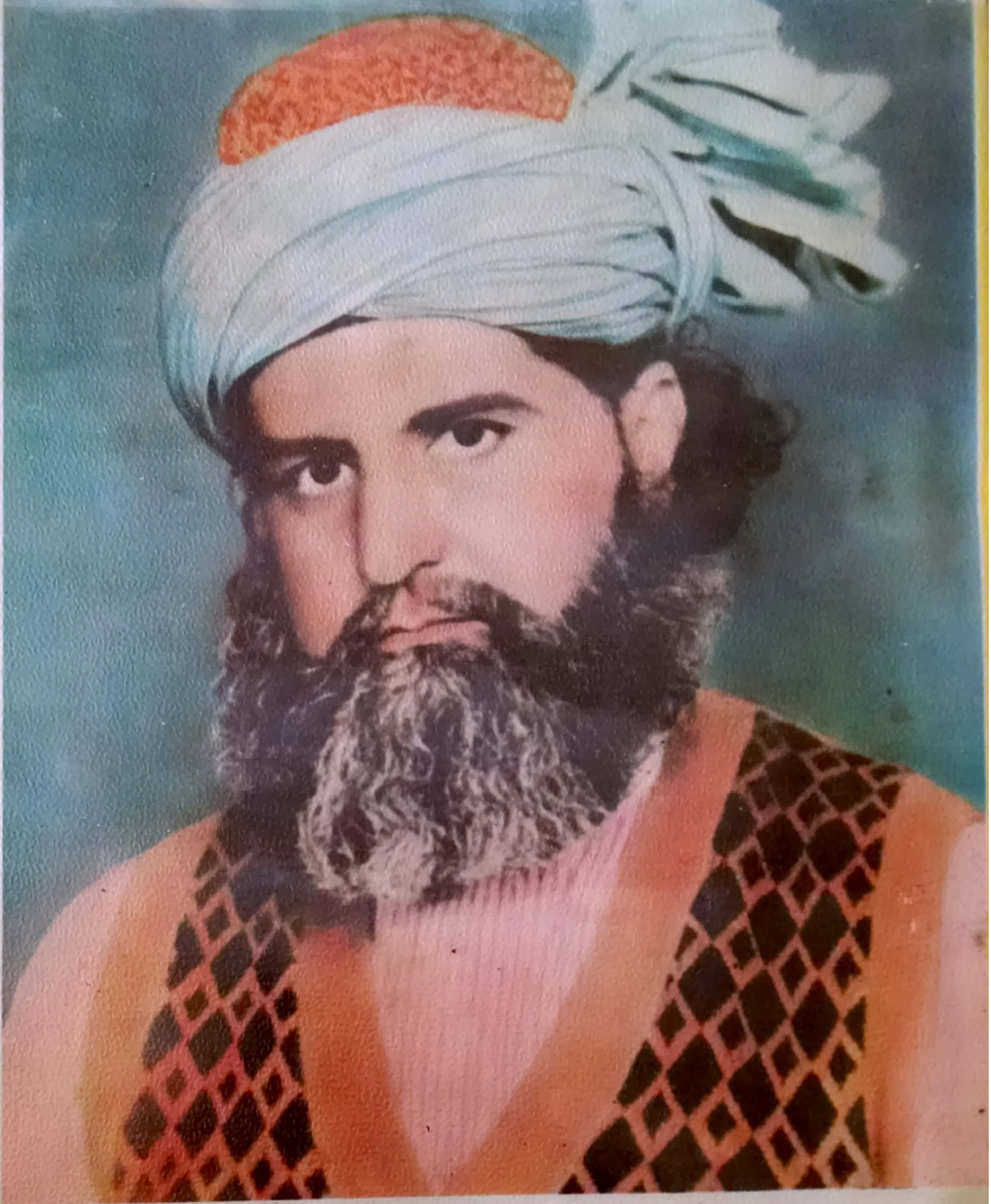
فی الواقعہ اُن کا وجود عطیۂ ربّانی تھا۔

بیگم شورش کاشمیری

ہادی کاملؒ، مُرشدِ دوراں جو دوسخا کا چشمۂ صافی۔

سردار شوکت حیات

اُٹھ گئے تو ایک رُوحانی خلا پیدا ہوا۔



رحمۃ اللہ علیہ

تذکرہ شاہ نظام الدین محمودی سلیمانی

خواجہ ملت مرشد کامل تونسہ شریف

شمیم

کے لئے آپکا ایک دلنواز تبسم مژدۂ جانفزا تھا اس فانی الٰہی رعب و دبدبے
آپنے بحر و بر پہ حکومت فرمائی ۱۹۵۹ء میں جب دندوکوہی کا وحشیانہ طوفان
آیا تو تونسہ شریف کے جنوبی حصہ کو پہاڑی پانی کے ریلے نے زبردست نقصان
پہنچایا اور لمحہ بہ لمحہ پانی کی خونی موجیں تیز اور کاٹ دار ہوتی گئیں لوگوں نے
بارگاہ نظامیہ میں آکر فریاد کی غریب نواز ! توجہ فرمائیے ورنہ شہر کی خیر نہیں آپنے
مٹی کی ٹھیکری پہ کچھ لکھ کے فرمایا اسے پانی میں ڈال آئیے اور سنگم سے کہیے
شاہ سلیمان کی نگری کو سلام عقیدت پیش کرنے والے تیرا سلام اب قبول
ہو چکا بغیر کسی کو نقصان پہنچائے واپس چلے جائیے زمانہ گواہ ہے گیارہ بجے جس پانی
کی ہولناک موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں، بارہ بجے ایک چھوٹی سی ندی کی شکل
اختیار کر گیا جس میں معصوم بچے خوشی خوشی کھیل کود کر کے نہا رہے تھے۔

فاتح سرحد مولانا عزیز الرحمن خان نظامی بیان کرتے ہیں مجھے آشوب چشم
کی شدت سے تکلیف ہوئی بے شمار علاج کرائے مگر افاقہ نہ ہوا کسی نے کہا بارگاہ
خواجہ میں جائیے بات بن جائے گی میں نے حاضر ہو کر روئیداد سنائی، فرمایا
دکھاؤ ذرا، میں قریب ہو گیا فرمایا مجھے تو تیری آنکھوں میں کوئی تکلیف نظر نہیں
آتی ـــــ خدا شاہد ہے اسی وقت مصیبت ٹل گئی اور آج تک اس بیماری
سے محفوظ ہوں ـــــ

آلام و مصائب کی جہاں دھوپ کڑی تھی
خواجہ کی نظر وقت کے سورج سے لڑی تھی
قائم رہے بہاروں کے نئے خاروں کے دم تک
اس مرشد عالم پہ یہ فیاض فدا ہو

حضرت مولانا نعمان محمد تونسوی فاضل دارالعلوم دیوبند بیان کرتے ہیں کہ وہ سلیمان کے سفر میں آپ کے

ہم رکاب تھا آپ نے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا پروگرام بنایا عین تیاری کے وقت مجھے درد گردہ شروع ہوا جو پہلے بھی ہوا کرتا تھا کسی نے آپ کو جا کر اطلاع دی کہ مولانا درد سے لوٹ پوٹ رہے ہیں مسیحائے زماں میرے پاس تشریف لائے فرمایا مولانا مسافروں کا امتحان نہ لیجئے کہاں ہے درد میں نے نشان دہی کی آپ نے ہاتھ مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا چہرے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اچھے بھلے ہیں اور بخدا آپ کے الفاظ ختم کرنے سے پہلے درد کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

مولانا محمد حیات صاحب نظامی فاضل دیوبند لکھتے ہیں دارالعلوم میں ایک گروپ ایسا بھی تھا جو طلباء کو مولانا مدنی کی بیعت کے لئے آمادہ کرتا تھا مجھے بھی دعوت بیعت دی گئی میں نے کہا فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے سلسلہ میں میرے کچھ اشکال ہیں جو شبہات دور کرے گا میں اس کی بیعت ہو جاؤنگا حقیقت یہی کہ مولانا مدنی کی زبردست کوشش کے باوجود بھی مطمئن نہ ہو سکا اس لئے بیعت کا چکر بھی خود بخود ختم ہو گیا فارغ ہو کر واپس وطن مالوف آیا تو خواب میں مجھے والی تونسہ شریف کی شبیہہ نظر آئی زیارت کے ارادہ سے تونسہ مقدسہ حاضر ہوا ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ حضرت نے فرمایا مولانا ادھر تشریف لائیے مجھے فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے چند مقامات سمجھ نہیں آ رہے ہیں میں نے اپنی سوچ کے مطابق ان کا یہ حل ڈھونڈا ہے کہاں تک درست ہے! میں قدموں میں گر پڑا اور عرض کی حضور بس اپنے دامن میں پناہ دیجئے!

مشہور مناظر مولانا عبدالستار تونسوی فاضل دیوبند نے آستانہ عالیہ کی جامع مسجد میں تقریر کے دوران انکشاف کرتے ہوئے کہا لوگ مجھے کچھ کا کچھ سمجھتے ہیں میں تو کچھ بھی نہیں یہ سب شاہ نظام کی کرامت اور پیر پٹھان کے لنگر شریف کی برکت ہے کہ اپنی بساط کے مطابق خدمت دین کا فریضہ سرانجام

دے رہا ہوں حقیقت یہ ہے میری پیدائش انہی بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے میری تعلیم کی تکمیل ان مقبولانِ خدا کی نگاہ و کرم سے ہوئی اور انہی غیرت والے مشائخ کی خدا داد ہمت کے طفیل سر میدان دشمنانِ صحابہ کو للکارتا ہوں آخر میں بلند آواز سے کہا انشاء اللہ دیکھنا۔ ان خدا رسیدہ مشاہیر کے جوڑوں کے واسطے میدان محشر میں بھی سرخرو ہوں گا۔

علامہ ابرار احمد ہاشمی فاضل دیوبند بیان کرتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے تین بیٹیاں عطا کیں۔ میں نے بارگاہِ نظامیہ میں عرض کیا فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا پھر چوتھی اور پانچویں بھی لڑکی ہوئی میں نے دوبارہ درخواست کی فرمایا اس بار اگر آپ کو رب نے لڑکا نہ دیا تو کندیاں آنا چھوڑ دوں گا عرض کیا حضور یہ بھی میرے لیے حزن وملال کا موجب ہوگا فرمایا بس کچھ دیکھے۔ بچے کی پیدائش سے قبل آپکا مکتوب گرامی موصول ہوا "عزیز از جان سلمکم الرحمٰن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عزیز نومولود کی مبارک نام تو محمد تجویز کر دیا خدا اسے سعادت مند کرے" اور دوسرے دن خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب کی لاج رکھتے ہوئے ناچیز کو لڑکا عطا کیا خدا پاک اسے نظر بد سے بچائے

اک طرف جبر وستم تھا اک طرف پیرانِ پیر
اک طرف جاہ وحشم تھا اک طرف مردِ فقیر
شہر یارانِ دول ہر بزم میں کہتے رہے
چپکے چپکے احترامِ فقر بھی کرتے رہے

شیخ دیوبند مولانا عبد اللہ درخواستی کہا کرتے تھے بڑے بڑے مشائخ کی زیارت کی مگر اس پٹھان نوجوان پیر کی نرالی سج دھج ہے سبحان اللہ جہاں بھی جاتا ہے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

پارہ

۱-۵

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سید الشریف عبد القادر رضی اللہ عنہ مصنفہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (ص ۶۱) میں حضور سیدی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان مبارک نقل کیا ہے کہ

جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ سختی دور ہوگی جو کسی حاجت کے وقت مجھے اپنے رب کا وسیلہ بنائے اس کی حاجت پوری ہوگی۔

پھر نماز غوثیہ کی ترتیب بیان کی جس میں دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ہر رکعت میں گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوۃ وسلام پڑھے پھر بغداد کی طرف شمالی جانب گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں قَدْ جُرِّبَ ذَالِكَ مِرَارًا فَصَحَّ۔ بارہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا۔ مفید پایا۔

دیوبند کے شیخ مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چار پاروں کا حاشیہ لکھا۔ بقایا مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے حاصل کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت رب تبارک وتعالیٰ سے استعانت ہے۔

(نوٹ: استعانت پر مفصل ومدلل بحث جلد سوم پارہ ۱۴ میں ملاحظہ کریں)

اِهْدِ۔ ہدایت دے۔

ہدایت عربی زبان کا ایک بڑا لفظ ہے اس کے معنی میں کئی باتیں شامل ہیں۔ نمبر ۱ راستہ دکھانا نمبر ۲ راستہ پر چلانا۔ نمبر ۳ منزل مقصود پر پہنچا دینا۔

یعنی دعا یہ ہے کہ ہمیں اگر راستہ معلوم نہ ہو تو وہ دکھا دے اور جو راستہ کا علم رکھتے ہیں انہیں اس پر چلنے کی توفیق بخش جو نیک راستہ پر چل رہے ہیں انہیں اس پر قائم رکھ تا کہ اپنی کامیابی کی منزل حاصل کر سکیں کیونکہ یہ راہ ہم اپنے علم و عقل سے دریافت نہیں کر سکتے کیونکہ علم محدود اور عقل مسدود ہے۔

اس لئے ہم اسی ذات اقدس سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ایسی راہ بتا دے جس میں کجی نہ ہو بلکہ مکمل اور استوار بھی ہو۔

یہ دعا ہم جمع کے صیغے نا میں اس لئے کرتے ہیں تا کہ ہر شخص کا ذاتی تعلق پوری امت سے قائم رہے اور آپس میں اتحاد و اتفاق رہے یہ تعلیم سوائے اسلام کے آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ہر نماز میں مقرر کر دی تا کہ صبح و شام رات دن ہر وقت انسان اپنی زندگی کے معاملات میں اللہ سے راہنمائی حاصل کر سکے۔

''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ یعنی چلا ہم کو سیدھے راستہ پر۔''

صراط۔ صرط سے بنا جس کے معنی ہیں نگل لینا۔ کیونکہ راستہ مسافر کو اپنے اندر اس طرح لے لیتا ہے جیسے کھانے والا لقمہ کو۔ اس لئے راستہ کو صراط کہتے ہیں۔

اصطلاح میں صراط شارع عام اس راستہ کو کہتے ہیں جس میں چند آدمی مل کر چل سکیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ (الآیۃ)

الحمد للہ کہ دریں زمانِ پُرفساد کتاب مستطاب

ہدایۃ السالکین فی ردّ المنکرین

بعض متعصّبین کی متعنتانہ اعتراضات اور اُن کا مفصّل جوابات مع بعض لواحقاتِ ضروریہ ومعارفِ لدنیہ سیفیہ

از افاضات وارشاداتِ

قیّوم زمان، قطب الارشاد، مجدّد عصر، فخر الاماثل والاکابر، جامع طرقِ اربعہ، قائدِ اہلسنّت شیخ العرب والعجم، سراج الاحناف حضرت آخوندزادہ سیف الرحمن صاحب پیر ارچی خراسانی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

منجانب

جامعہ سیفیہ منڈیکس کھجوری خیبر پشاور سرحد

تو معلوم ہوا کہ ایمانِ محض کو ایمانِ محض نہ کہنا بھی کفر ہے ۔ اور دونوں شقوق کی وضاحت میں متکلمین اہلسنت رح اجماعی قاعدہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جیسا کہ پہلے یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ :۔ اخراج المؤمن عن الملة (الاسلامیہ) وادخال الکافر فیه (ای فی ملة الاسلامیة) عظیم فی الدین (ای کفر صریح) کما یاتی . اکفار الملحدین "

قارئین کرام پر مخفی نہیں کہ پیر محمد نے جبریہ اور دیگر باطل فرقوں کی برات کر کے ہم عفیف مسلمانوں کو کافر ٹھہرا دیا حالانکہ جبریہ وغیرہ فرق ضالہ مبتدعین اعتقادی ہیں اور ضروریات دین سے منکر ہیں اور کافر اور علماء امت رح، متکلمین اہلسنت رح اور فقہاء عظام رح نے ان کی تکفیر کی ہے ۔جیسا کہ جبریہ کے مبحث میں واضح ہوا اور آگے بھی منکرین ضروریات دین کی تکفیر کا مسئلہ واضح ہو جائیگا.
تو جبریہ کی تکفیر کے اظہار کی وجہ سے پیر محمد نے ہم عفیف مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور کفرِ محض کو ایمان محض تصور کیا اور ایمانِ محض کو کفر محض قرار دیا جو کہ بذات خود ضروریات الدین سے انکار ہے ۔ فکفر کفراً بعد کفر وانکر من ضروریات الدین کما لا یخفیٰ علیٰ من لہٗ فطانۃ .

ضروریات دین کے مسئلہ میں پوری وضاحت کیلئے علامہ انور شاہ کشمیری صاحب رح نے مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے جو کہ (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین) سے مسمّٰی ہے .

علامہ موصوف رح نے پوری کتاب میں مذکور مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں معتبر کتب اہلسنت کے حوالہ جات اور علماء احناف کے اقوال سے واضح کیا ہے کہ ضروریات الدین سے منکر خواہ جس بھی فرقہ سے تعلق

نام و نسب

سید نصیر الدین نصیر گیلانی

(گولڑہ شریف)

میں اپنے خاندان کے بزرگوں کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے، جیسے علامہ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۲ھ) نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وفی العبقات انّ بطاقۃً وُجِدَت مِن تحت وسادۃِ حضرت الشّیخ المجدّد فوجد فیھا مکتوبًا انّ اٰخر ما انکشف علیّ ھو انّ وحدۃ الوجود حقٌ[1]۔ (ترجمہ) اور عبقات میں ہے کہ حضرت شیخ مجددؒ کے سرہانے سے (بعد از وفات) ایک رُقعہ برآمد ہوا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ سب سے آخر میں جو بات مجھ پر منکشف ہوئی، وہ یہ ہے کہ وحدۃ الوجود حق ہے (انتہی) مجدّدِ ملّت اعلیٰ حضرت گولڑویؒ نے ابتدائی رویّہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: حضرت مجدّد کو شغلِ اوقات نے حضرت شیخ کی کتابوں کے بالاستیعاب مطالعہ کی فرصت نہیں دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی مکتوبِ مدنی میں ایسا ہی فرمایا ہے کہ مجدّد صاحبؒ نے تفصیلاً کتبِ شیخؒ کا ملاحظہ نہیں فرمایا، ورنہ ایسا نہ فرماتے[2]، بہرحال بزرگانِ دین کا معاملہ حُسنِ نیّت اور اخلاص پر مبنی ہوتا ہے۔ ادراکات اور قلبی واردات مختلف اوقات میں مختلف ہوتی ہیں۔ اُن کے کلام میں اگر بہ ظاہر تضاد یا تناقض پایا جائے تو بھی اُن کی جلالتِ شان کے منافی نہیں۔ اِس لئے علمائے محققین ایسے حالات میں اُن کے مختلف اقوال کی تطبیق اور توجیہ بیان کرتے ہیں، جس سے ظاہر بین لوگوں کے شکوک وشبہات رفع ہوجاتے ہیں۔

حضرت غوثِ اعظمؓ سے اکابر مشائخ وعلمائے نقشبند کی عقیدت

حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ نے حضرت غوثِ پاکؓ کے جو امتیازی فضائل ومناقب بیان فرمائے وہ بارگاہِ غوثیّت کے ساتھ اُن کی عقیدت پر شاہدِ بیّن ہیں اور اِس طرح کیوں نہ ہو حضرت مجدّدؒ صاحب بھی تو اپنے والدِ گرامی کے ذریعے سلسلۂ قادریہ کے خرقۂ خلافت سے مُشرّف ہیں، چنانچہ آپ کے والدِ ماجد شیخ عبدالاحدؒ، حضرت شاہ کمال کیتھلی قادریؒ سے فیضیاب ہیں، پھر بانیٔ سلسلۂ نقشبندیہ حضرت بہاء الدین نقشبندؒ کو بارگاہِ غوثیّت سے جو عقیدت ونیاز ہے حضرت مجدّد صاحبؒ یقیناً اُس سے بھی بے خبر نہیں تھے

---

۱ فیض الباری علیٰ صحیح البخاری از مولانا انور شاہ کشمیریؒ، جلد ۴، ص ۳۸۷، مطبع دار المامون شارع الازہار، سنِ طباعت ۱۳۵۷ھ

۲ ملفوظاتِ مہریہ، ملفوظ نمبر ۱۷۷، ص ۱۳۱-۱۳۲، مطبوعہ لاہور، سنِ طباعت اپریل ۱۹۸۶ء

۳ تاریخ دعوت وعزیمت، جلدِ چہارم، مصنفہ علامہ ابوالحسن ندوی، ص ۳۴۴، مطبوعہ کراچی

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی

5

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور، پاکستان

نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافۂ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں۔

قال اللہ عزوجل و ان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور اگر مؤمنوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں۔" (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر۔[2]

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہوجائے۔" (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔[3]

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "میری شفاعت میری اُمت کے ان لوگوں کیلئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔" (ت)

بلکہ مذہبِ معتمد ومحقق میں استحلال بھی علی الاطلاق کفر نہیں جب تک زنا یا شربِ خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریاتِ دین کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین (جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول فی ذلک سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی بعض فتاوٰیہ (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاوٰی میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماعِ اہلِ سنّت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں باینہمہ تارک الصلاۃ کا کفر واسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض ماجاء بہ من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

---

[1] القرآن سورۃ الحجرات ۴۹ آیت ۹

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۴

[3] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ ر دار الفکر بیروت ۳/۲۱۳

رسائلِ رضویّہ

حصّہ اوّل

مصنّفہ

اعلیٰحضرت مجدّدِ دین و ملّت حضرت علّامہ الشاہ محمّد احمد رضا خان بریلوی قدس سرّہ العزیز

مکتبۂ حامدیہ ۔ گنج بخش روڈ • لاہور

للعلامة على القارى رحمه الله ويعضده ايضا ما رواه البزار و
الطبرانى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قيل يا رسول الله
اتهلك القرية وفيها الصلحون قال نعم قيل بم يا رسول الله
قال بتهاونهم وسكوتهم ويعضده ايضا ما رواه الدارقطنى عن ابن مسعود
رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الله عزوجل اختار لى اصحابا فجعلهم اصحابى واصهارى وانصارى
وسيجئ من بعدهم قوم ينقصونهم ويسبونهم فان ادركتموهم
فلا تناكحوهم ولا تواكلوهم ولا تشاربوهم ولا تصلوا معهم ولا تصلوا
عليهم اه وفى رد المحتار على الدر المختار على متن تنوير الابصار للعلامة
ابن عابدين فى كتاب النكاح ان الرافضى ان كان ممن يعتقد
الالوهية فى على او ان جبريل غلط فى الوحى او كان ينكر صحبة
الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة
من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا او يسب
الصحابة رضى الله عنهم فانه مبتدع لا كافر اه بحروفه وايضا فى
كتاب تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الانام او احد اصحابه
الكرام عليه وعليهم الصلوٰة والسلام للعلامة الموصوف عليه
رحمة الرؤف نقلا عن رسالة خاتمة العلماء الراسخين شيخ القراء
والفقهاء والمحدثين سيد ملا على القارى عليه رحمة الله البارى
ما نصه واما من سب احدا من الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالاجماع

عکسی

القرآنِ الحکیم

ترجمہ

از مولٰنا مولوی مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب

مع تفسیر

از مولٰنا مولوی سیّد محمد نعیم الدین صاحب

تاج کمپنی لمیٹڈ

ناشرانِ قرآن مجید

لاہور ——— کراچی

مَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ

دیکھتے ف۴۷ وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں اور

عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ

ان سے کھوئی گئیں جو باتیں جوڑتے تھے خواہ نخواہ وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان

الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا

میں ہیں ف۴۸ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اپنے رب کی طرف

إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ

رجوع لائے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے دونوں

الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ

فریق ف۴۹ کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا اور دوسرا دیکھتا اور سنتا ف۵۰ کیا ان دونوں کا حال

مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ

ایک سا ہے ف۵۱ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا ف۵۲ کہ میں تمہارے لئے

نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

صریح ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بیشک میں تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا

يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا

ہوں ف۵۳ تو اس کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے

بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ

ہیں ف۵۴ اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے ف۵۵ سرسری نظر سے

الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾

ف۵۶ اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے ف۵۷ بلکہ ہم تمہیں ف۵۸ جھوٹا خیال کرتے ہیں

ع ۲/۱۶

ف۴۷ قتادہ نے کہا کہ وہ حق سننے سے بہرے ہوگئے تو کوئی خیر کی بات سن کر نفع نہیں اٹھاتے اور نہ وہ آیات قدرت کو دیکھ کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ف۴۸ کہ انہوں نے بجائے جنت کے جہنم کو اختیار کیا۔

ف۴۹ یعنی کافر اور مومن۔

ف۵۰ کافر اس کی مثل ہے جو نہ دیکھے نہ سنے یہ ناقص ہے اور مومن اس کی مثل ہے جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے وہ کامل ہے حق و باطل میں امتیاز رکھتا ہے۔

ف۵۱ ہرگز نہیں۔

ف۵۲ انہوں نے قوم سے فرمایا۔

ف۵۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کے بعد مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال اپنی قوم کو دعوت فرماتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس دنیا میں رہے تو آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوئی اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں (خازن)

ف۵۴ اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں قرآن پاک میں جابجا ان کے تذکرے ہیں اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید انبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔

ف۵۵ کمینوں سے مراد ان کی وہ لوگ تھے جو ان کی نظر میں خسیس پیشے رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ قول جہل خالص تھا کیونکہ انسان کا مرتبہ دین کے اتباع اور رسول کی فرمانبرداری سے ہے مال و منصب و پیشے کو اس میں دخل نہیں دیندار نیک سیرت پیشہ ور کو نظر حقارت سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے ف۵۶ یعنی بغیر غور و فکر کے

ف۵۷ مال اور ریاست میں ان کا یہ قول بھی جہل تھا کیونکہ اللہ کے نزدیک بندے کے لئے ایمان و طاعت سبب فضیلت ہے نہ کہ مال و ریاست ف۵۸ نبوت کے دعوی میں اور تمہارے تبعین کو اس کی تصدیق میں۔

تفسیر نور العرفان

مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ

ادارۂ کتب اسلامیہ ۰ گجرات پاکستان

إِنَّا كُلٌّ فِيهَا ۙ إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

ہم سب آگ میں ہیں ف۱۰۲ بیشک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا ف۱۰۳ اور جو آگ میں ہیں

فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ

اس کے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کردے

الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا

ف۱۰۴ انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول روشن نشانیاں نہ لاتے تھے ف۱۰۵ بولے

بَلَىٰ ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۗ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿٥٠﴾ إِنَّا

کیوں نہیں ف۱۰۶ بولے تو تمہیں دعا کرو ف۱۰۷ اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو بیشک ضرور

لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ

ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی ف۱۰۸ دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے

الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

ہوں گے ف۱۰۹ جس دن ظالموں کو ان کے بہانے کچھ کام نہ دیں گے ف۱۱۰ اور اُن کے لئے لعنت ہی

وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا

اور اُن کے لئے برا گھر ف۱۱۱ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی ف۱۱۲ اور

بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾

بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا ف۱۱۳ عقلمندوں کی ہدایت اور نصیحت کو تو اے محبوب

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

تم صبر کرو ف۱۱۴ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے ف۱۱۵ اور اپنے گناہوں کی معافی چاہو ف۱۱۶ اور اپنے رب کی

رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ

تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو ف۱۱۷ وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے

كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے ۱؎ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

نہیں جانتے ۲؎ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيعَادُ يَوْمٍ لَّا

اگر تم سچے ہو ۳؎ تم فرماؤ تمہارے لئے ایک ایسے دن کا وعدہ

تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿۳۰﴾

جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو نہ آگے بڑھ سکو ۴؎

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور کافر بولے ہم ہرگز نہ ایمان لائیں گے اس قرآن پر

وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى إِذِ الظّٰلِمُونَ

اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے آگے تھیں ۵؎ اور کسی طرح تو دیکھے جب

مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلٰى

ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ۶؎ ان میں ایک دوسرے پر بات

بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا

ڈالے گا وہ جو دبے تھے ان سے کہیں گے جو اونچے

لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَآ أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿۳۱﴾

کھینچتے تھے اگر تم نہ ہوتے ۷؎ تو ہم ضرور ایمان لے آتے ۸؎

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوٓا

وہ جو اونچے کھینچتے تھے ان سے کہیں گے جو دبے ہوئے تھے

أَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ إِذْ جَآءَكُمْ

کیا ہم نے تمہیں روک دیا ہدایت سے ۹؎ بعد اس کے کہ تمہارے پاس آئی

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

بلکہ تم خود مجرم تھے ۱۰؎ اور کہیں گے وہ جو

ع ۳ / ۹ / ۹

گذشتہ نبیوں کے بھی نبی ہیں اسی لئے معراج میں حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہاں انسانوں کی قید کے لئے ہے یعنی جنت کی خوشخبری اور جہنم کا مجموعہ صرف انسانوں کے لئے ہے۔ جنات کے لئے جنت کا ثواب نہیں اور دیگر مخلوق کے لئے نہ ڈرانا عالمین کے لئے اور جنت کی خوشخبری صرف لہٰذا اس آیت میں اور دوسری آیتوں میں تعارض جب حضور تمام لوگوں کے لئے کافی ہیں تو ضرورت نہیں۔ جیسے اللہ رب الناس ہے تو ۲؎ بلکہ وہ اپنی جہالت سے یا تو آپ جیسے عام کفار یا آپ کی ختم نبوت اور کافۃ للناس وقت کے مسیلمہ کذاب کے ماننے والے اور آج ہنسی دل لگی کے لئے تھا کہ قیامت کب آئیگی یا حضور نے مسلمانوں کو قیامت کا دن، قیامت سب کچھ بتا دیں کہ محرم کا مہینہ، عاشورہ کا دن، علامات قیامت یہ ہوں گی۔ ۴؎ اس دن سے یا ان کی موت کا دن۔ خیال رہے کہ موت کا دن ہے بلکہ شیطان کی دعا سے بھی اس کی عمر لمبی بخشی مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے چالیس سال کے سو سال فرما دی گئی۔ آیت کا اپنی موت سے آگے پیچھے نہیں ہٹ سکتیں۔ ۵؎ یہ مشرکین مکہ کا قول ہے ورنہ اہل مانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم کو تمام ضروری ہے ۶؎ قیامت میں اپنا فیصلہ کئے جائیں گے۔ مومن بخوشی کھڑے ہوں گے۔ سے نہ روکتے (خزائن العرفان) ۸؎ کیونکہ کے دلائل دیکھ لئے تھے۔ فقط تمہارے لائے۔ معلوم ہوا کہ ایسے عذر بارگاہ الٰہی تم جھوٹے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا دشمنیوں سے تبدیل ہو جائیں گی وہی دوستی جیسا کہ بہت جگہ قرآن نے اعلان تم ہماری طرح مجرم ہو۔ لہٰذا ہمیں تمہیں آیت ان آیتوں کی تفسیر ہے کہ قیامت یعنی کفار کی بلکہ انہیں جن سے امید تھی

یہ آیت مسلمانوں اور اولیاء اللہ و انبیاء پر چسپاں کرتے ہیں کہ یہ گفتگو قیامت میں پیر مرید نبی امتی میں ہو گی مگر لطف یہ ہے کہ خود بھی اپنے پیروں کے مرید ہوتے ہیں ہے۔ بخاری میں ہے کہ قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ خیال رکھو کہ یہ آیت کفار اور ان کے پیشواؤں کے متعلق ہے۔

فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِيۡ

اپنی طرف کی روح پھونکوں ؎۱ تو تم اس کے لئے سجدے

كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ

کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا ؎۳ مگر ابلیس نے اس

الْكٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يٰإِبْلِيسُ مَ

کافروں میں ؎۵ فرمایا اے ابلیس تجھے کس چ

خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُ

جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ؎۶ کیا تجھے غرور

أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَ

میں اس سے بہتر ہوں ؎۸ تو نے مجھے آگ سے بنایا

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِ

فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا گیا

إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ

قیامت تک بولا اے میرے رب

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ

اٹھائے جائیں ؎۱۱ فرمایا تو تو مہلت والوں میں ہے

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ

بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ

تیرے چنے ہوئے بندے ہیں ؎۱۶ فرمایا تو

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَ

؎۱ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ آدم علیہ السلام کے جسم کی تیاری کچھ مدت کے بعد ہوئی، چالیس سال میں تکمیل ہوئی، پھر جسم شریف میں روح پھونکی گئی۔ دوسرے یہ کہ دم درود بزرگوں کی پھونک کی یہ آیت اصل ہے کہ فیض دینے کے لئے پھونکا جاتا ہے ؎۲ معلوم ہوا کہ یہ سجدہ صرف آپکے بدن کو نہ تھا بلکہ روح شریف کو تھا، مگر چونکہ بدن کو روح کی تجلی گاہ بنایا گیا تھا اس لئے وہ بھی روح کیساتھ مسجود لہ ہوا اور یہ سجدہ آپکی شریعت کا حکم نہ تھا کیونکہ ابھی آپکی شریعت آئی ہی نہ تھی۔ نیز فرشتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ نیز اگر حکم شرعی ہوتا تو ہمیشہ ہوا کرتا صرف ایکبار نہ ہوتا۔ ؎۳ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ سجدہ آدم علیہ السلام ہی کو تھا سجدہ تعظیمی، اگر سجدہ رب کو ہوتا اور آدم علیہ السلام قبلہ ہوتے تو لہٗ نہ فرمایا جاتا۔ نیز پھر شیطان سجدہ سے انکار نہ کرتا۔ دوسرے یہ کہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا، مقربین ہوں یا مدبرات امر زمینی ہوں یا آسمانی۔ ؎۴ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ نبی سے اپنے کو بڑا یا برابر سمجھنا شیطان کا کام ہے دوسرے یہ کہ نبی کا گستاخ خواہ عالم ہو یا صوفی یا عابد شیطان کی طرح پایا جاتا ہے شیطان سب کچھ تھا مگر گستاخی سے کچھ نہ رہا۔ ؎۵ اللہ کے علم میں کافر مردود تب کیا گیا جب اس سے سرکشی کا ظہور ہو گیا۔ لہٰذا حضور کا منافقوں کو اپنے دربار سے نہ نکالنا آپکی بے علمی کی دلیل نہیں۔ رب نے بھی پہلے سے شیطان کو نہ نکالا ؎۶ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کے جسم شریف کی بناوٹ فرشتوں نے نہ کی بلکہ خود رب نے فرمائی۔ اسی لئے آپ کو بشر کہا جاتا ہے کہ آپ کی پیدائش مباشرت بالید سے ہوئی۔ لہٰذا بشریت آپ کے لئے باعثِ فخر ہے ؎۷ یعنی تجھے آج غرور ہوا یا پہلے ہی سے تھا معلوم ہوا کہ کبھی علیم و خبیر بھی بندوں سے پوچھ لیتا ہے۔ یہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں۔ ؎۸ کیونکہ میں بڑا صوفی، عابد، عالم فاضل دیوبند ہوں اور آدم علیہ السلام نے ابھی نہ کچھ سیکھا نہ عبادت کی۔ ؎۹ یعنی آگ خاک سے افضل ہے اور جو افضل سے بنے وہ بھی افضل۔ یہ دونوں قاعدے غلط ہیں۔ خاک آگ سے افضل ہے۔ باغ خاک میں لگتے ہیں آگ میں نہیں۔ ؎۱۰ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ کے رسول کے فرمان کے مقابلہ میں قیاس کرنا شیطانی ہے اور لعنت کا باعث ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر مردود کی دلیل کا جواب نہ دینا بلکہ اسے دور کر دینا سنتِ الٰہیہ ہے تیسرے یہ کہ بعض دعائیں کافروں کی بھی قبول ہو جاتی ہیں کہ ابلیس کی درازی عمر اس کی بعض دعاؤں کا نتیجہ ہے اور رب کا یہ فرمانا وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ۔ آخرت کے بارے میں ہے۔ لہٰذا بزرگوں کی دعا سے بھی عمریں بڑھ سکتی ہیں بلکہ بعد موت زندگی مل سکتی ہے۔ عیسٰی علیہ السلام نے مردے جلائے۔ ؎۱۱ تاکہ میں اولاد آدم کو بہکاؤں اور موت سے بچ جاؤں۔ ؎۱۲ اس سے مراد قیامت کا پہلا نفخہ

ورفعنا لک ذکرک ساری کثرت پاتے یہ ہیں

کوثر الخیرات

لسید السادات صلی اللہ علیہ وسلم



عمدۃ الاذکیا شرف العلماء ابو الحسنات

مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

ضروری ہے تو جب نماز جیسی مخصوص عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر محبوب کے ذکر

ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ابو قحافہ کے بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ وہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ کیا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا تعظیم محبوب کے لئے مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آنا بھی نماز کے لئے مفسد تھا اور کیا یہ تعظیم و تبجیل بھی شرک کیطرف کھینچ کر لے جانیوالی تھی جبکہ بقول انور شاہ صاحب محدث دیوبند حضرت صدیقِ اکبر فاتحہ شریف پڑھ لینے کے بعد آنحضور کی توقیر کی خاطر پیچھے ہٹ آئے اور آنحضور نے قرارت وہیں سے شروع فرمائی جہاں پر صدیقِ اکبر نے چھوڑی تھی۔ اور بقول انور شاہ مرحوم یہ روایت گیارہ کتبِ حدیث میں انہوں نے دیکھی ہے ووجدت ھذا الحدیث فی احد عشر کتابا (عرف شذی جلد اول صـ) اگر تعظیم و توقیر حالتِ نماز میں موجبِ شرک یا فسادِ نماز ہوتی تو یقیناً رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم انہیں اس سے منع فرماتے اور نماز لوٹانے کا حکم دیتے۔

بخاری شریف کی اس صحیح روایت نے جسے سہل بن سعد ساعدی نے نقل کیا اور گیارہ کتبِ حدیث میں اس روایت کا موجود ہونا وہ قابلِ تشکیک ثبوت ہے اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس نے حالتِ نماز میں تعظیم و توقیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔

نیز رئیس الموحدین تو خیالِ مصطفےٰ کو موجبِ شرک بتاتے ہیں حالانکہ مولائے مرتضےٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر ہی محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند پر قربان کر دی حالانکہ وہ بڑی مؤکد نماز ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین۔ "سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً صلوٰۃِ عصر کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خضوع و خشوع کے ساتھ قیام کرو۔" اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز کو بالکلیہ ترک فرما دیا اور حبیبِ خدا

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(ترجمہ) اگر تم خود نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھو

الافاضات السنیہ

الملقب بہ

فتاویٰ مہریہ رض

یعنی

مجموعہ فتاویٰ حضرت قطب دوران علامہ زمان سیدنا و مرشدنا خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان

بتصحیح و ترتیب :- مولانا مولوی فیض احمد صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف

حسب ایماء

معدن صدق و صفا مخزن حلم و حیا سیدنا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم

باہتمام حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب سلمہ ربہ

باراول تعداد ۲۰۰۰ ۱۹۶۲ء ہدیہ صرف تین روپیہ

سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی

نمبر اعظم... قاضی محمد... (عالم)

امامت آپ کے مسلمہ قواعد کے رو سے ثابت کی گئی ہو۔ اس کی نسبت آپ کیا لفظ استعمال کریں گے۔ ضرور اپنے مذہب کا پاس ولحاظ کر کے کہنا پڑے گا۔ کہ منکر امام کافر ہے۔ ورنہ مساوات بین النبی والامام باقی نہ رہے گی اور مساوات کا رکھنا تو ضروری بناءً علیہ منکر امام کفر بھی لازمی۔

یہ تقریر محض بغرض جواب الزامی حبذ تحریر میں لائی گئی ہے۔ گو فی الجملہ اصل جواب میں وضاحت آجائے گی۔

آمدم برسر مدعا۔ واضح ہو کہ جو فرقہ شیعہ کہ منکر ضروریات دین ہو۔ یعنے مثلاً حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہتا ہو۔ یا نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ وشراکت نبوت آنجناب کا قائل ہو یا ان کو افضل من الرسل تصور کرتا ہو۔ یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شان مبارک میں قذف کرتا ہو یا سب وشتم وقتل شیخین یعنی خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وخلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حلال جانتا ہو وہ فرقہ شیعہ بلا شک وشبہ کافر و مرتد ہے۔ اور جو گروہ حداً وعناداً نہ بخیال جاہلانہ صحابہ کرام خصوصاً خلیفہ اول وثانی کی شان مبارک میں گستاخی کرتا ہے۔ یعنی طعن وطنز سب وشتم روا رکھتا ہے۔ لیکن اس کو حلال نہیں جانتا ہے وہ گروہ اہل تشیع ہمارے محققین فقہاء کرام ومدققین علماء عظام کے نزدیک کافر تو نہیں ہے لیکن افسق الفسقہ

والفجرہ الفجرہ ہے۔ چنانچہ مولینا ابو الشکور سلمی نے تمہید میں تحریر فرمایا ہے
کلام الروافض مختلفۃ فبعضہ یکون کفرا وبعضہ لا
فلو قال ان علیا کان الٰہاً نزل من السماء کفر۔ وقال
بعضہم بانہ شریک لمحمد صلی اللہ علیہ و سلم
فی النبوت۔ وقال بعضہم النبوۃ کانت لعلی وجبرئیل
اخطأ ومنہم من قال ان علیا کان افضل من الرسول
فہذا کلمۃ الکفر۔ واما الذی یکون بدعۃ و لا
یکون کفرا فہو قولہم ان علیا کان افضل من
الشیخین۔ ومنہم من قال انہ یجب اللعن علی من
خالف علیاً کعائشۃ ومعاویۃ فہذا کلہ ما یشبہہ
بدعۃ ولیس بکفر۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح فقہ اکبر میں
تحریر فرمایا ہے۔ فلو فرض انہ یسب الشیخین لا یخرج عن
الایمان نعم لو استحل السب او القتل فہو کافر لا محالۃ
فالفسق والعصیان لا یزیل الایمان۔ الحاصل صحابہ کرام و
ائمہ عظام کا سب و شتم کنندہ گروہ شیعہ فاسق و فاجر ہے تاوقتیکہ
وہ گروہ اپنے اس گناہ کبیرہ سے توبہ نہ کرے اور اپنے فعل شنیع
سے باز نہ آئے۔ اس کے ساتھ اسلامی برتاؤ اور شادی و غمی کی
شرکت اور باہمی اکل و شرب شرعاً ناجائز و منع ہے۔ اور کیوں کر
یہ گروہ فاسق فاجر نہ ہو اور اسلامی برتاؤ اس کے ساتھ متروک

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی علماے کرام سے باتیں

(یادوں کے دریچے سے)

مجالسِ علما

تدوین و ترتیب

محمد عالم مختارِ حق



حکیم محمد موسیٰ امرتسری
ڈاکٹر محمد مسعود احمد
پروفیسر شاہ فرید الحق
سید ریاست علی شاہ
علامہ شمس الحسن شمس
محمد فاروق القادری
مولانا محمد صادق
سید وجاہت رسول
علامہ سید شجاعت علی
عبد الحکیم شاہجہانپوری
سید نور محمد قادری
پروفیسر مجید اللہ قادری
پروفیسر محمد ابرار احمد
علامہ محمد احمد مصباحی
عبد المجتبیٰ رضوی (انڈیا)
سید جمال الدین (دہلی)
مولانا محمد مرید احمد چشتی
جلال الدین احمد رضوی
الشاہ احمد نورانی صدیقی
مولانا محمد حامد رضا قادری
مولانا عبد السلام جبل پوری
مولانا ظفر الدین رضوی
مولانا محمد امجد علی اعظمی
مولانا نعیم الدین مراد آبادی
مولانا احمد اشرف کچھوچھوی
مولانا سید دیدار علی شاہ الوری
مولانا احمد مختار صدیقی
شاہ محمد عبد العلیم صدیقی
مولانا عبد الاحد قادری
مولانا محمد رحیم بخش قادری
مولانا حاجی لعل خاں قادری
محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی
مفتی برہان الحق جبل پوری
مولانا مفتی محمد شفیع قادری
مولانا حسنین رضا خاں بریلوی

مکتبۂ نبویہ
گنج بخش روڈ لاہور
0300-4235658

قاری محمد امانت رسول رضوی
مولانا محمد انور علی رضوی
مولانا شہاب الدین رضوی
مولانا محمد نبی بخش حلوائی
مولانا غلام دین (انجن شیڈ)
مولانا محمد بخش مسلم بی-اے
مولانا محمد شریف نوری
مولانا غلام مرشد
ابوالبرکات سید احمد قادری
مفتی محمد حسین نعیمی
ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
مولانا محمد عمر اچھروی
سید امانت علی چشتی نظامی
میاں جمیل احمد شرقپوری
مولانا علم الدین جہلمی
مولانا عبدالقیوم ہزاروی
قاری صدرالدین
قاری عبدالغفور ہزاروی
قاری محمد طفیل امرتسری
مولانا غلام محمد ترنم
مولانا غلام معین الدین نعیمی
مولانا محمد مہر الدین نقشبندی
علامہ غلام قادر اشرفی
مفتی محمد عبدالعزیز مزنگوی
صوفی غلام حسین گوجروی
مولانا خیرالدین فلسفی
حافظ محمد نواز نقشبندی
مفتی اعجاز ولی خاں رضوی
مولانا فضل عثمان فاروقی
سید محمد معصوم شاہ گیلانی نوری
محمد صائم چشتی فیصل آبادی
سید عطاء اللہ شاہ بخاری
مولانا شبیر احمد عثمانی
سید محمد محدث کچھوچھوی
مولانا احمد دین درگاہی
مولانا شمس الدین مرحوم
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین





رجال الغیب کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی مشکلات دُور کرنے کے لیے اپنے، خاص بندوں، کا ایک ایسا لشکر تیار کیا ہے جو دنیا کے گوشے گوشے تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ لوگ نہ تو دنیا کے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی تجارت وزراعت میں حصہ لیتے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کیلئے مامور ہیں اور لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں۔ انہیں، رجال الغیب، اولیائے مستورین، عباداللہ، کہا جاتا ہے رجال الغیب کا ایک اپنا وسیع جہان ہے، ایک "خفیہ نظام" ہے یہ ایک نہ نظر آنے والی دنیا ہے، اس دنیا میں میں غوث ہیں، قطب ہیں، ابدال ہیں، اوتاد ہیں، افراد ہیں اور ابرار ہیں۔ پھر ان رجال الغیب کے مختلف مناصب، مقامات اور درجات ہیں جو اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کی دعاوں سے بادل برستے ہیں، کھتیاں سرسبز ہوتی ہیں، بحروبر کی رونقیں ہوتی ہیں۔ پھر کائنات ارضی پر ہونے والے انقلابات انہی کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق خفیہ امور سرانجام دیتے ہیں اور مخلوق خدا کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر وہ ذرہ بھر غافل ہو جائیں تو م کلکلنات درہم برہم ہو کررہ جاتا ہے ان، رجال الغیب، سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقاتیں، اقطاب عالم کے شب وروز اور ابدال واوتاد کی خفیہ خدمات کا تذکرہ بھی سامنے آئے گا، آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو آپ دنیائے تصوف کے عرفانی سمندروں کے اُن یواقیت و جواہر کی روشنیاں پائیں گے جو آپ کے دلوں کو روشن کردیں گی اور ان مردانِ خدا کی ملاقات کے لیے آپ کے دل ودماغ بے تاب ہو جائیں گے۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

آپ کے ان الفاظ پر مجمعے میں شور بر پا ہو جاتا۔نعرۂ تکبیر بلند ہوتے۔پاکستان زندہ باد کے نعرے لگتے۔قائداعظم زندہ باد کے نعرے گونجتے۔عام لوگ قائداعظم کی زبان نہیں جانتے تھے مگر ان کے ایک ایک لفظ پر نعرے بلند کرتے تھے۔

سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
وہ چیز کیا ہے! جو پتھر کو بھی گداز کرے!

مولانا شبیر احمد عثمانی کی تقریر:

میں نے اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی وہ تقریر سنی، جو انہوں نے پاکستان بننے سے پہلے تشکیل پاکستان کے حق میں کی تھی اور بتایا تھا کہ یہ خطہ ایک دن سارے عالم اسلام کی خوشحالی کا گہوارہ ہوگا۔ان کی تقریر بڑی مدلل، موثر اور دلنشین تھی۔لوگوں نے بڑی پسند کی۔دیوبندی خانوادہ میں صرف مولانا شبیر احمد عثمانی ایسے عالم دین تھے۔جو سٹیج پر کھل کر پاکستان کے حق میں تقریریں کرتے تھے۔مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دوسرے چند دیوبندی عالم تھے، جنہوں نے پاکستان کے خلاف کبھی لب کشائی نہیں کی تھی۔ورنہ دیوبندیوں کا یہ سارا خانوادہ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں پاکستان کی ''پ'' تک کے خلاف تھے۔ان دنوں لاہور میں کانگریسی راہنماؤں کے ساتھ ساتھ ''نیشنلسٹ علما'' کے جلسے بڑے پر ہجوم ہوتے تھے۔ان کے شاگرد، ان کے مقتدی اور ان کے حلقۂ اثر کے لوگ آتے اور جلسے میں حاضرین کی تعداد بڑھاتے۔وہ دھواں دھار تقریریں کرتے۔لوگوں کے دماغ ان کے ساتھ تھے مگر دل پاکستان کے ساتھ تھے۔میں نے صدیقی صاحب کے ساتھ مل کر ایسے لوگوں کی لچھے دار تقریریں سنیں، پھر رات کو گھر آ کر ان پر غور بھی کیا مگر مجھے قائداعظم کی انگریزی کے چھوٹے چھوٹے جملے دل نشین ہوتے گئے۔میں اس وقت انگریزی زبان سے ناآشنا تھا مگر قائداعظم کی انگریزی میرے دل میں اترتی جاتی۔



حقائق و معارف

ازافادات

ترجمانِ حقیقت حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل سالک

عبودیت ذاتیہ توحید ذاتی کے مقابلہ پر جب ظہور پکڑتی ہے تو اس جل و علا کی کبریائی کے سامنے اپنی عبودیت کے سوا چارہ نہیں دیکھتی تو توحید صفاتی کے مقابلہ پر عبودیت صفاتی سے متصف ہو کر مقامِ محمود کی متمنی ہوتی ہے۔ ذات سے فطرتاً محبت ذاتی بھی ہے۔ جیسے ماں کو بیٹے سے یا بیٹے کو ماں سے، اور صفاتی بھی ہے کہ رازق و خالق ہے اور رحمٰن الرحیم ہے اور رب العالمین ہے اور مساویانہ اعتدال اُمت میں کسی کو بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ مجدد الف ثانیؒ اسی اعتدال (المشابہ بالنبوۃ) ہونے کی وجہ سے مجدد کہلائے۔ دوسری طرف صراطِ مستقیم کی شاہراہ کو بدعت سے پاک کر کے دین کی تجدید فرماتے گئے۔ آپؒ صرف ایسے مجددؒ نہیں ہوئے کہ تجدید دین اور احیائے دین کے سبب تو بہم پہنچائے ہوں لیکن عام خلق اللہ کو اس کی دعوت نہ دی ہو۔ جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ قبلہ کہ وہ تمام کچھ مہیا کرایا جس کی دین کو ضرورت تھی اور جس سے شاہراہ صراطِ مستقیم واضح اور بے خطر ہو چکا تھا۔ لیکن وہ ایک عام دعوت نہ دے سکے جس کیلئے وہ سب کچھ مہیا کیا گیا تھا۔ خواہ فرصت نہ ملی، خواہ اس کی استعداد ہی ودیعت نہ فرمائی گئی۔ اسی وجہ سے بعض اکابر نے کھلا اقرار کیا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے مجدد دین کا خاکہ پیش کیا۔ اور سید صاحب شہیدؒ اور اسمٰعیل شہیدؒ ان کے مجددیت کے مہتمم ہوئے۔ گویا مجددیت کے کام کو تین ہستیوں نے سر انجام دیا۔ تاہم وہ ابھی تک ویسے بار آور نہ ہوئی جیسے چاہئے تھی۔ بخلاف مجدد الف ثانی کے کہ تھوڑا بہت جو کچھ ان کی نگاہوں میں تھا یا جس کے لیے وہ منتخب ہوئے تھے، وہ اپنی زندگی میں ختم کر کے تشریف لے گئے۔ ایسی صورت میں فیصلہ کرنا گو مشکل ہے۔ تاہم غور کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کس کا درجہ رشد و ارشاد کے اندر بلند ہے۔

ذات کے حصول سے پیشتر صفات واصل ذات ہونے کا باعث ہوا کرتی ہیں لیکن حصولِ ذات کے بعد صفات کی طرف توجہ ذات سے دُوری کا باعث اور حجاب ہوتی ہیں۔ اور جتنا شغل صفات کے اندر زیادہ ہوتا جائے گا، ذات کا تعلق حجاب میں آتا جائے گا۔ خصوصاً ایسے صفات جن کا تعلق وجدان اور ادراک کے ساتھ وابستہ ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی "جب حدیث صحت کو پہنچے بس وہی میرا مذہب ہے" کی صحیح اور مدلل توضیح و تشریح

الفضل الموہبی

فی معنی

"اِذا صحّ الحدیث فهو مذهبی"

تصنیف

فقیہ اُمت امام اہلسنّت مجدّد دین و ملّت اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں محدّث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حاشیہ: الشاہ مفتی غلام سرور قادری شیخ الحدیث و موسس جامعہ غوثیہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

ناشر

مکتبہ مصباح القرآن

(جامعہ غوثیہ ٹرسٹ) مین مارکیٹ گلبرگ لاہور فون ۸۷۲۳۹۶۵

ہوا یا کفار سوفسطائیہ عندیہ کا میل کہ جس چیز کو ہم جو اعتقاد کر لیں وہ نفس الامر میں ویسی ہی ہو جائے شق خامس پر یہ دونوں استحالے قائم کہ جب اجازت مطلقہ ہے تو عاماً شہراً یوماً در کنار یحلونہ اناً ویحرمونہ اناً لازم اور نیز وقت عمل اعتقاد حرمت وقت ترک اعتقاد وجوب کی اجازت رہی شق سادس وہ خود معقول نہیں بلکہ صریح قول بالتناقضین کہ آدمی جب عمل بالمذہبین جائز جانے گا قطعاً فعل و ترک روا مانے گا اس کا حکم اور اس کا منع بیہودہ ہے معنا یہ شق بھی استحالہ اولیٰ کے حصّے سے سلامت نہیں اچھا حکم دیتے ہو کہ آدمی نماز

لہ ایک چیز کو ایک لمحہ حلال اور دوسرے لمحہ حرام ٹھیراتے ہیں جیسے جناب طاہر القادری کہ کبھی تو جب وہ جھنگ وکالت کرتے تھے یا کالج میں لیکچرار تھے اور مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب کا جھنگ کے دیوبندی مولوی حق نواز کے ساتھ سرکاری اور شہری معززین کی موجودگی میں مناظرہ کے دوران سیالوی صاحب کے معاون تھے اور دیوبندی مکتب فکر کو گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اس مناظرہ کی جو روداد شائع ہوئی ہے اور مناظرہ جھنگ کے نام سے کتابی صورت میں اب بھی دستیاب ہے۔ اور سنی کتب خانوں سے مل سکتی ہے اس میں جناب کا اسم گرامی معاونین مناظرہ کی حیثیت سے یوں لکھا ہے "جناب محمد طاہر القادری ایڈووکیٹ" یہ الگ بات ہے کہ مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد جناب خفیہ طور پر دیوبندی مولوی حق نواز سے جا کر ملے اور ان کے خلاف مناظرہ میں شمولیت اور معاونت پر معذرت خواہی فرمائی یہ ثقہ کی خبر ہے جو جناب کے سامنے شہادت لانے کو تیار ہیں تو دیوبندی مکتب فکر کے لوگ جناب کے نزدیک پہلے گستاخ رسول تھے اب دوسرا وقت یہ بھی آگیا کہ وہ جناب کے منہاج القرآن کے ممبر بھی ہیں اور آپ فخریہ طور پر فرماتے ہیں "ہمارے ممبران میں دیوبندیا، اہلحدیث اور شیعہ حضرات کی تعداد بیسیوں تک پہنچتی ہے اور فرماتے ہیں کہ "میں تکفیری فہم کا فرد نہیں ہوں (نوائے وقت میگزین ۱۹ ستمبر ۱۹۸۶ء) (باقی اگلے صفحہ پر)

سرور الخاطر القاتر

فی نداء

یا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ

از

جناب مولانا حافظ سید احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل ۳۸ اردو بازار لاہور

آپ ہماری فریاد رسی کریں آپ سچے خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اب ہم بعض ان علماء سے استناد کرتے ہیں جو کہ منکرین کے مستند و مسلم ہیں اور یہ الزامی دلائل ہیں۔

دلیل اول۔ مولوی محمد قاسم صاحب ناظم مدرسہ دیوبند مرحوم جن کو قاسم العلوم اور بڑے بڑے القاب دیے جاتے ہیں اور فی الواقع مخالفین اسلام کے لیے ایک زبردست اسلامی طاقت ثابت ہوئے تھے وہ اپنے قصائد قاسمیہ مطبوعہ مراد آباد کے صفحہ ۸ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں استمداد کرتے ہیں ؎

اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی　　تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام　　کرے گا یا نبی اللہ کیا میری یہ پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا　　نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

ذرا آخر شعر کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔

دلیل دوم۔ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ مہاجر مکہ جو کہ مولوی قاسم صاحب و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی اشرف علی صاحب وغیرہم دیوبندی علماء کے بالخصوص پیر و مرشد ہیں جن کی بے حد تعریف کرتے ہیں وہ جب ہندوستان واپس آئے تھے تو انھوں نے ایک قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں یوں عرض کیا تھا ؎

گرچہ ہوں نہ قابل واں کے پر امید ہے تم سے　　کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ
طرح گرداب غم میں تا خار ا ہو کہ　　میری کشتی کنارہ پہ لگاؤ یا رسول اللہ
ہو چکا ہوں میں　　بس اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں　　بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو　　بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

علاوہ اس کے دیگر علماء و فضلاء سلف و خلف سے استغاثہ آنحضرت صلی

مطالعۂ پاکستان

و

جنرل سائنس

برائے نصاب ثانویہ عامہ

تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان رجسٹرڈ

مسلمان حکومتوں میں تخت نشینی کا کوئی اصول نہ تھا جب ایک بادشاہ مر جاتا تو اس کے بیٹوں میں تخت نشینی کی جنگ چھڑ جاتی تھی۔ تخت کے حصول کے لیے خانہ جنگی نے مسلم سلطنت کو بہت کمزور کر دیا اور ایسی لڑائیوں میں کئی شہزادے، امرا اور تجربہ کار سپہ سالار مارے جاتے تھے۔

سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں یورپ میں کئی علمی انقلاب آئے اور جدید علوم کے ذریعے نئے راستے تلاش کیے گئے۔ نئی ایجادات اور جنگ کے لیے نئی اشیاء اور آلات جنگ بنائے گئے لیکن مسلمانوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکے۔

مغل حکمرانوں کے مقابلے میں اقوام یورپ نے بحریہ کی طرف خاص توجہ دی اور ان کے بحری بیڑے دنیا بھر کے سمندروں میں منڈلانے لگے۔ ان حالات میں مغل بادشاہوں کو چاہیے تھا کہ وہ بھی ایک طاقتور بحری بیڑا تیار کرتے' لیکن انھوں نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مغلوں کی بحری قوت کی عدم موجودگی میں پرتگیزوں ' انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ساحلی علاقوں میں اپنے قدم جما لیے اور مقامی راجاؤں اور نوابوں کی باہمی آویزش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے ایک بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

مغلوں کے دور زوال میں برصغیر میں مسلمانوں کا درد رکھنے والے کئی بزرگوں نے اصلاح احوال کا بیڑا اٹھایا۔ ان بزرگوں میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ (سن وفات 1762ء)' شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (سن وفات 1824ء)' سید احمد بریلویؒ (سن وفات 1831ء) اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (سن وفات 1831ء) خاص طور پر مشہور ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کر کے اور حدیث شریف کے درس و تدریس کے ذریعے مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ ان کی تصانیف نے مسلمانوں میں فکر و عمل کی نئی روح پھونک دی۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مسلمانوں کو مرہٹوں کے تسلط اور مظالم سے نجات دلانے کے لیے افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالی اور روہیل کھنڈ کے والی نواب نجیب الدولہ (سن وفات 1773ء) سے مدد مانگی۔ ان دونوں حکمرانوں نے 1761ء میں پانی پت کے تاریخی میدان میں مرہٹوں کو شکست فاش دے کر مسلمانوں کو کچھ عرصے کے لیے غیر مسلمانوں کے تسلط سے آزاد کرا لیا۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وفات کے بعد ان کے فرزند اور جانشین شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

(سن وفات 1824ء) نے اپنے والد کے مشن کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ آگے بھی بڑھایا۔
انہوں نے مجاہدین کی ایک مخلص جماعت تیار کی اور سید احمد بریلوی کو ان کی کمان سونپی۔

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے بھائیوں' شاہ رفیع الدینؒ (سن وفات 1817ء) اور شاہ عبدالقادرؒ (سن وفات 1814ء) نے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کر کے اسے عوام کے لیے قابلِ فہم بنایا۔

سید احمد بریلویؒ اور ان کے دو نامور مریدوں' شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئیؒ نے برصغیر سے انگریزوں کے اخراج' اسلامی حکومت کے قیام اور اسلامی اقدار کی حفاظت کے لیے جہاد شروع کیا۔ انہوں نے اپنے کام کا آغاز صوبہ سرحد سے کیا اور اسے سکھوں کے تسلط سے آزاد کرا لیا۔ ان کا اگلا قدم پنجاب کو سکھوں کے قبضے سے آزاد کرانا تھا۔ اسی جدوجہد میں سید احمد بریلویؒ اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے 6 مئی 1831ء کو بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

بنگال میں حاجی شریعت اللہ اور تیتو میر نے مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں کی دوہری غلامی سے نجات دلانے کا بیڑا اٹھایا۔ ان کی کوششوں سے بنگال میں اسلامی اقدار کو فروغ ملا اور لوگ غیر اسلامی رسم و رواج ترک کر کے شریعت پر عمل کرنے لگے۔

لاہور کے مسلمانوں نے سکھوں کے مقابلے کے لیے "حیدری فوج" قائم کی۔ دوسرے مقامات پر بھی مسلمانوں نے اپنی ہمت کے مطابق غیر مسلموں کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوشش کی۔ بدقسمتی سے اس وقت مرکز میں کوئی ایسا قابل حکمران نہ تھا جو قیادت فراہم کر سکتا۔ اس لیے مسلمانوں کی کوششوں کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔

ایک ہزار سالہ بادشاہت کی وجہ سے مسلمان معاشرہ بنیادی طور پر چونکہ جاگیردارانہ بن چکا تھا۔ اس لیے یورپ کے جدید صنعتی معاشرے کا مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو معاشرہ طویل عرصے تک حکومت سے محروم رہنے کی وجہ سے کاروباری بن چکا تھا۔ وہ دکانداری' تجارت اور دیگر کاروبار میں دلچسپی لیتا تھا۔ اس طرح غیر محسوس طریقے سے برصغیر میں ہندو معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے منظم اور کامیاب ہو رہے تھے۔

انگریز تجارت کی غرض سے برصغیر آئے تھے۔ وہ یہاں کے حالات سازگار دیکھتے ہوئے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے معاملات میں دخل اندازی کے ذریعے اپنا اثر و رسوخ

مولانا اسمٰعیل دہلویؒ

اور

تقویۃ الایمانؒ

تصنیف

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

صُفّہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ - اُردو بازار - لاہو فون :7324210

مولانا اسماعیل دہلوی

ولادت : ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ ؛ ۳۰ مارچ ۱۷۷۹ء، مقام پھلت ضلع مظفر نگر میں،
وفات : ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ ؛ ۷ مئی ۱۸۳۱ء مقام بالاکوٹ، سرحد میں،
عمر : قمری حساب سے ۵۳ سال ۷ ماہ ۱۲ دن۔
شمسی حساب سے ۵۲ سال ۱ ماہ ۸ دن۔

آپ کے احوال مستقلاً یا جناب سیّد احمد صاحب کے احوال میں ضمناً بہ کثرت لکھے گئے ہیں۔ میں اختصار کے ساتھ بعض احوال لکھتا ہوں۔

آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالغنی فرزندِ اصغرِ حضرتِ شاہ ولی اللہ سے پڑھیں۔ اُن کی وفات ۱۲۰۳ھ میں ہوئی، پھر آپ کی تربیت آپ کے اَعمامِ گرامی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے سپرد ہوئی، بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کے چھوٹے چچا شاہ عبدالقادر کو آپ سے بیشتر تعلق تھا اور انھوں نے اپنی نواسی کلثوم سے آپ کا عقدِ نکاح کیا۔ سولہ سال کی عمر میں کسبِ علوم سے فارغ ہوئے۔

میں نے خورد سالی میں کہن سال افراد سے سُنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحاق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ، "شکر ہے اللہ کو جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق"۔

اسماعیل آپ کے بھتیجے اور اسحاق آپ کے نواسے دونوں بہ منزلۂ اولاد۔

آپ کا خاندان علمی تھا اور سارے ہندوستان میں مشہور و محترم تھا۔ آپ کے جدِّ امجد حضرت شاہ ولی اللہ علمِ ظاہر اور علمِ باطن میں کمال حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین ۱۱۴۴ھ میں تشریف لے گئے۔ وہاں علمِ ظاہر علمائے اعلام سے خاص کر علامہ ابوطاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم مَدنی، کُردی، کوُرانی، شافعی سے درجۂ اکمال و تکمیل کو پہنچایا اور باطن کا تصفیہ، تزکیہ، صیقل اور جِلا، بیت اللہ المبارک، آثارِ متبرّکہ، مشاہدِ مقدسہ اور روضۂ

بزرگان حضرات علماء کرام بالخصوص حضرات علماء کرام دیوبند سے تحقیق مسئلہ فرما کر فتویٰ دیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بعد طلاق یہ الفاظ کہے۔ "چھوڑی چھوڑی" یعنی دو دفعہ یہ لفظ کہے۔ تو یہ طلاق بائن کنائی ہے۔ صریح نہیں۔ چنانچہ حضرات علماء کرام دیوبند کا فتویٰ اس کا مؤید ہے۔ نقل فتویٰ دیوبند حسب ذیل ہے

نقل فتویٰ دیوبند

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے یا حالتِ غصہ میں یا طلاق کی باتیں کرتے کہے "چھوڑی چھوڑی" تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ کیونکہ یہ لفظ ترجمہ سرحتک یا فارقتک کے ہیں اور یہ دو لفظ کنایہ کی تیسری قسم میں سے ہیں اور غصہ کی حالت اور طلاق کا ذکر نہ ہو تو نیت پر موقوف ہے کنایات میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ اور ایک طلاق بائنہ پر دوسری واقع نہیں ہوتی۔ کما فی الدر المختار۔

لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن الخ۔ وھکذا فی الشامی جلد ثانی ص ۴۷۱ فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح فقیر اصغر حسین عفی عنہ
الجواب صحیح محمد رسول خان عفی عنہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ

ہندو مذہب سے تائب ہوکر مسلمان ہوئے اور اکثر دینی کتابیں پنجاب میں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند میں جاکر سند فضیلت حاصل کی اس وقت موضع شورکوٹ ضلع اسمٰعیل خاں میں مقیم ہیں اور اکثر اوقات درس اور تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔

مولوی شیخ غلام رسول صاحب۔ سکنہ واڑہ سیہڑاں حضور حضرت صاحب کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے اور دینی کتابیں مختلف جگہوں پر پڑھ کر دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی حضور حضرت صاحب نے بندہ پروری فرماکر شیخ صاحب مذکور کی شادی بھی کرا دی چند روز شیخ صاحب درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اور پھر حکمت کے کاروبار میں مشغول ہو گئے تاحال حکمت اور ادویات کا کام کر رہے ہیں۔

مولوی شیخ محمد دین صاحب۔ جو کہ سکھ مذہب کے پیروکار تھے۔ اور شاستری وغیرہ اور ہندو اور سکھ مذہب کی کتابوں سے واقف تھے حضور حضرت صاحب کے ہاتھ مبارک پر نہایت صدق اور اخلاص سے مسلمان ہوا، اور دینی علوم حاصل کئے۔

مولوی شیخ سعدالدین صاحب۔ سکنہ ادرہ، ہندو مذہب سے توبہ کی حضور کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ضروری دینی کتابیں

ہندو مذہب سے تائب ہو کر مسلمان ہوئے اور اکثر دینی کتابیں پنجاب میں پڑھ کر دار العلوم دیوبند میں جا کر سند فضیلت حاصل کی اس وقت موضع شور کوٹ ضلع اسمٰعیل خاں میں مقیم ہیں اور اکثر اوقات درس اور تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔

مولوی شیخ غلام رسول صاحب۔ سکنہ واڑہ سیہڑاں حضور حضرت صاحب کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے اور دینی کتابیں مختلف جگہوں پر پڑھ کر دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی حضور حضرت صاحب نے بندہ پروری فرما کر شیخ صاحب مذکور کی شادی بھی کرا دی چند روز شیخ صاحب درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اور پھر حکمت کے کاروبار میں مشغول ہو گئے تا حال حکمت اور ادویات کا کام کر رہے ہیں۔

مولوی شیخ محمد دین صاحب۔ جو کہ سکھ مذہب کے پیرو کار تھے۔ اور شاستری وغیرہ اور ہندو اور سکھ مذہب کی کتابوں سے واقف تھے حضور حضرت صاحب کے ہاتھ مبارک پر نہایت صدق اور اخلاص سے مسلمان ہوا اور دینی علوم حاصل کیے۔

مولوی شیخ سعد الدین صاحب۔ سکنہ ادرہ ہندو مذہب سے توبہ کی حضور کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ضروری دینی کتابیں

فرقہ پرستی کا خاتمہ

کیونکر ممکن ہے؟

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

MINHAJ-UL-QURAN PUBLICATIONS
منہاج القرآن پبلیکیشنز

اجل ذلک قالھا ام لا؟ نے کلمہ دکھاوے کے لئے پڑھا ہے۔

(سنن ابی داؤد ۳:۴۵ کتاب الجھاد باب علی ما

تقاتل المشرکون رقم حدیث: ۲۶۴۳)

اس سے یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے ہو گیا کہ دل کا حال خدا اور اس کے احلام سے اس کے رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب کسی کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں کلمہ گو منافق اور کافر ہے اپنے آپ کو خدا اور رسول کے مسند پر بٹھانے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟

مخلوق میں صرف حضور رسالتمآب ﷺ ہی کامل مخبر صادق ہیں

رب العلمین نے اپنے پیارے نبی کو قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات سے باخبر کر دیا اور تمام انسانوں کے ظاہری و باطنی اعمال ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ظاہر کر دیئے تا کہ وہ ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہو کر موثر طریق پر ان کی اصلاح اور علاج کر سکیں۔

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ (التوبہ ۹:۱۰۵)	اور فرما دیجئے تم عمل کرو، عنقریب تمہارے عمل کو اللہ (بھی) دیکھ لے گا اور اسکا رسول (بھی) اور اھلِ ایمان (بھی)۔

روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر یہ حقیقت منکشف کر دی گئی ہے کہ کون مومن ہے اور کون کافر۔ جب یہ بات منافقوں نے سنی تو تمسخر آمیز انداز میں طعنہ زنی کرنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے جو قیامت تک کے حالات سے آگاہ ہونے کا دعوٰے کرتا ہے۔

لیکن یہ نہیں جانتا کہ ہم کیا ہیں حدیث کے الفاظ ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما	حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، آدم علیہ السلام کی طرح مجھ پر میری امت اپنی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعمۃُ الباری

فی شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

...ے ضرر کو بددعاء کہنے کا عدم جواز

نبی ... رسول اللہ ﷺ نے ان سات کافروں کا نام لے کر ان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی، بعض اُردو کے سیرت نگاروں نے اس حدیث میں ''دَعَا عَلَيْهِمْ'' کا ترجمہ کیا ہے: ان پر بددعا کی۔

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے:

ان سرکش کفار پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ آپ نے ان پر بددعا کی۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۱۴۶)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

جب آپ ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۳)

نبی ﷺ کا کوئی فعل بد نہیں ہے، اس لیے آپ نے جو دعائے ضرر کی، اس کو بددعا کہنا ناجائز اور گناہ ہے، آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے، ہم اس سے پہلے بھی اس پر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟

اس حدیث میں ہے: آپ کی پشت پر ''سلٰی'' رکھی گئی تھی، یعنی وہ غلاف جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے، شرح صحیح مسلم میں میں نے ''تاج العروس'' ج ۱۰ ص ۱۸۳ کے حوالے سے ''سلٰی'' کا یہی معنیٰ لکھا تھا اور یہی اس کا حقیقی معنیٰ ہے لیکن میں نے لکھا تھا کہ اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے: اس میں خون اور گوبر بھی تھا اور گوبر اوجھڑی میں ہوتا ہے، تاہم اب میری رائے بدل گئی ہے کہ بلاوجہ اس کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور ''سلٰی'' سے مراد اس کا حقیقی معنیٰ ہی ہے اور اونٹنی کے پیٹ میں ''سلٰی'' کے اندر کچھ خون اور گوبر منتقل ہو گیا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں ہے، اب یہاں یہ سوال ہے کہ جب ''سلٰی'' میں گوبر اور خون وغیرہ تھا اور وہ نجس ہیں، نیز وہ مشرکین کا ذبیحہ ہونے کی وجہ سے بھی نجس تھی تو اس نجاست کے ڈال دینے کے بعد آپ نماز کس طرح پڑھتے رہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کو پتا نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا ڈالا گیا ہے۔

اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

بعض دلائل اوجھڑی کھانے کی تحریم کا تقاضا کرتے ہیں، کیونکہ اوجھڑی گوبر کا محل ہے تو جس طرح مثانہ پیشاب کا محل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح گوبر کا محل ہونے کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ تحریمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس دلیل کی وجہ سے اوجھڑی اور آنتوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۲۶، مکتبہ رضویہ کراچی) اور بعض دلائل اوجھڑی کی حلّت کا تقاضا کرتے ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، باقی چیزیں بلا کراہت حلال ہیں اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے، اس لیے وہ بلا کراہت حلال ہے، سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے: (۱) خون (۲) فرج (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) مثانہ (۷) پتہ۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۵۳۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷، مراسیل ابوداؤد ص ۱۹، المعجم الاوسط: ۹۴۸۰، الجامع الصغیر: ۷۱۶۰، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۲)

اور جب کسی چیز کی حلّت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، نیز ایک حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکری کے معدہ کا ایک ٹکڑا کھایا، وہ حدیث یہ ہے:

تذکرۂ

مظہرِ مسعود

(اثر)

پروفیسر محمد مسعود احمد

مدینہ پبلشنگ کمپنی
بندر روڈ ___ کراچی

بگڑنے کی تصویر ہے، بلکہ اسی زندگی کا ساختہ و پرداختہ ہے، اسی زندگی کے ساز و سامان سے آراستہ ہے وہاں کے گلزار و خارستان کیلئے پھول اور کانٹے یہیں سے لے جاتے ہیں۔" (مولانا حامد حسن قادری، خیابان اقبال، ص ۲۳۸)

لیکن یہ نہ بھولنا چاہیئے مادّی اسباب کی بنا پر شخصیت کو جو عظمت حاصل ہوتی ہے وہ حقیقی نہیں عارضی ہے کیوں کہ اساس عظمت سیرت سے خارج ہے، اصل عظمت وہ ہے جس کی بنیاد خود انسانی سیرت میں موجود ہو ع صفائے دل کو کیا آرائش رنگ تعلق سے!

کامیاب وہ نہیں جس نے عیش فراواں کے سامان مہیا کئے، تاریخ کے اوراق عیش سامانیوں کے محمل نہیں بلکہ کامیاب وہ ہے جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے اپنی سیرت کو کندن بنایا اور اس طرح چمکا کہ اس کی روشنی سے دوسرے بھی چمکنے لگے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ؛ اگر بہ او نہ رسیدی، تمام بولہبی است

پاک و ہند میں بیشمار عظیم ہستیاں گزری ہیں، کتب سوانح پڑھ کر ایک نیا جہان نظر آتا ہے، کس کس کتاب کا نام گنایا جائے، گلزار ابرار، اخبار الاخیار، مجمع الاولیاء، سفینۃ الاولیاء، خزینۃ الاصفیاء، سبحۃ المرجان، ابجد العلوم، نزہۃ الخواطر وغیرہ وغیرہ — ہر ایک کتاب میں ایک نیا عالم ہے، ان کتب سوانح کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ دہلی میں کس کثرت سے علماء و صوفیہ موجود تھے، واقعی دہلی علم و دانش کا مرکز تھی،

تقسیم ہند کے بعد بھی فقاہت، خطابت، سیاست وغیرہ سب ہی میں کوئی نہ کوئی ممتاز شخصیت دہلی میں موجود تھی مگر رفتہ رفتہ صرف انیس سال کے مختصر عرصہ میں مجلس سونی ہو گئی، کس کس کا نام لیا جائے، مولوی سید احمد، شاہ کرار حسین، خواجہ حسن نظامی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولوی حفظ الرحمن، مولوی احمد سعید، مولوی حبیب الرحمن، مولانا عبدالغفار، مولانا عبدالسلام نیازی رحمہم اللہ تعالیٰ — پھر دہلی سے پاکستان آنیوالے علماء بھی رفتہ رفتہ راہی ملک بقا ہوئے مولوی نسیم احمد، مولانا طاہر حسین، مولانا زاہد القادری، مولانا ناصر جلالی مولانا محمد طاہر اشرف علیہم الرحمہ ؎

یاران رفتہ ہم سے منہ اپنا چھپا گئے
معلوم بھی ہوا نہ کدھر کارواں گیا

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ٹوٹے دلوں کا سہارا تھی، افسوس صد افسوس اب وہ

(۳)

ایک فتوے میں یہ تین سوالات کئے گئے ہیں :-

۱- یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا ناجائز ؟

۲- یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا کیسا ہے ؟

۳- "قدمی ھذٰہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کیا یہ قول حضرت غوث اعظم کا ہے ؟

اعلیٰ حضرت نے ان سوالات کے یہ جوابات تحریر فرمائے ہیں :-

۱- یارسول اللہ ہمراہی درود شریف یا بوقت کسی موقع کے اوپر مزار شریف وغیرہ کے درست ہے اور ہر وقت مثل نشست برخاست کے کہنا ناجائز ہے ،

۲- یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا ممنوع ہے اور قائل کو توبہ کرنی اور تجدید نکاح چاہئے

۳- اور قدمی ہٰذا الخ کو کتب میں لکھا ہے کہ قول حضرت غوث پاک کا ہے (رحمۃ اللہ علیہ) اور مطلب اس قول کا یہ ہے کہ مرتبہ حضرت محبوب سبحانی کا اپنے زمانے کے اولیاء سے زیادہ ہے نہ کہ متقدمین اور متاخرین اولیاء سے کیوں کہ اس صورت میں خلاف احادیث کا آتا ہے ۔

(ص - ۱۳۰)

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ

(۴)

ایک فتوے میں یہ استفسار کیا گیا ہے کہ زید کہتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں شفاعت کرنے میں کچھ فوقیت نہیں رکھتے بلکہ شفاعت کے باب میں دیگر صلحاء کے برابر ہیں، اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں :-

اور یہ کہنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درباب شفاعت کچھ فوقیت نہیں ہے یہ غلط ہے، اور خلاف ہے احادیث صحیحہ کے اور یہ شخص فاسق ہے چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عسیٰ اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ، مقام محمود مقام شفاعت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ پانچ فضیلتیں میرے میں ہیں کہ پہلے انبیاء میں نہیں ہیں ایک ان میں سے شفاعت ہے ـــــــ اور بہت احادیث ہیں کہ اوّل باب شفاعت کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلے گا ـــــــ پس اوّل شفاعت کرنے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوقیت اور خصوصیت اور فضیلت ہے ، (ص - ۴۹) ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۰۱ھ

نے عریانیت کو جبراً عام کیا تو آپ نے اس کی سخت مخالفت فرمائی، اس جرم کی پاداش میں کئی سال قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں ۔ بہر کیف حکومت کے دباؤ کے باوجود حضرت ضیاء المشائخ اپنے مسلک پر مستقیم رہے اور ذرہ برابر متزلزل نہ ہوئے ۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

حضرت شاہ محی الدین عبد اللہ ابوالخیرؒ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور و معروف شیخ طریقت اور صاحب کشف بزرگ تھے، ترکمان دروازہ (دہلی) کے قریب خانقاہ مظہریہ سعیدیہ میں مستقلاً اقامت گزیں تھے، یہ وہی خانقاہ ہے جہاں شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ درس حدیث دیا کرتے تھے اور بانی مدرسہ دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے حضرت شاہ صاحب کا شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ یہ دونوں حضرات اس خانقاہ کا اس قدر احترام کرتے کہ جب کبھی تشریف لاتے تو جوتیاں گلی میں اتار کر خانقاہ میں داخل ہوتے حالاں کہ خانقاہ کے اندر عام طور سے لوگ جوتیاں لیجاتے ہیں اور مسجد درگاہ کے قریب اتارتے ہیں، مگر یہ حضرات احترام و تکریم میں سب پر سبقت لے گئے ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی ولادت ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۷۲ھ میں خانقاہ شریف میں ہوئی ۔ (انساب الطاہرین) والد ماجد کا اسم گرامی شاہ محمد عمرؒ اور جد امجد کا اسم شریف شاہ احمد سعیدؒ تھا آپ نسباً فاروقی ہیں، سلسلہ نسب آٹھ واسطوں سے ہندوستان کے مشہور عالم اور صوفی حضرت شیخ احمدؒ سرہندی مجدد الف ثانی تک پہنچتا ہے ،

حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ اور بزرگی کا دہلی میں بڑا چرچا تھا، آپ بڑی شان و شوکت اور رعب داب کے ساتھ رہتے تھے، ارتضیٰ حسین المعروف بہ ملّا واحدی نے چشم دید حالات اس طرح قلم بند کئے ہیں :-

"شاہ ابوالخیر جلالی درویش تھے، پٹھانوں کی عقیدت مندی نے اور رعب بنا دیا تھا، باہر نکلتے تو ساٹھ ستر پٹھان جلو میں ضرور ہوتے، خانقاہ کے دروازے پر بھی پٹھانوں کا پہرہ رہتا تھا، دلّی والے شاہ ابوالخیر سے بڑا حسن ظن رکھتے تھے" (ص - ۳۲۴)

لیکن باوجود اس رعب و دبدبہ کے نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے اور اہلِ دول کی صحبت سے بھی بچتے رہتے تھے چنانچہ ۱۹۱۱ء میں دربار دہلی کے موقع پر میرٹھ جا کر گوشہ نشین ہو گئے تھے کہ ہندوستان کے مختلف گوشوں سے آنے والے اہلِ دنیا پریشان نہ کریں۔ میرٹھ کے زمانۂ قیام میں مؤتمر الصفا کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں شرکت کی دعوت دینے کے لئے خود شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ تشریف لائے۔ مولانا اشرف علی کے برادر حافظ محمد احمد صاحب بھی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ ان حضرات کی حاضری سے حضرت شاہ صاحب کے مقام اور مرتبہ کا اندازہ ہو سکتا ہے، مشاہیر علماء و صوفیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، صوفیہ میں پنجاب کے مشہور بزرگ پیر جماعت علی شاہ، اور راجپوتانہ کے مشہور و معروف صوفی اور عالم حضرت مولانا رکن الدین شاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، علماء میں شمس العلماء مولوی نذیر احمد، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا ظفر علی خاں وغیرہ حاضر ہوتے رہے ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت شاہ صاحب کا خاص احترام کرتے تھے۔

بادشاہ اور نوابین تک حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے چنانچہ ۱۹۰۳ء میں میر محبوب علی خاں (تاجدار حیدرآباد دکن) خود آپ سے ملنے آئے، شاہان افغانستان امیر حبیب اللہ خان اور غازی امان اللہ خان آپ سے عقیدت رکھتے تھے، والیٔ ریاست رامپور نے بڑی عقیدت سے شاہانہ دعوت دی تھی۔

حضرت شاہ صاحب، حضرت قبلہ قدس سرہٗ سے بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے تھے حضرت کبھی کبھی ان کی خدمت میں تشریف لے جاتے، حضرت شاہ ابو الخیر صاحب کا معمول تھا کہ صبح دہلی کے روشن آراء باغ میں تشریف لیجاتے اور علیحدہ ایک گوشہ میں مراقب ہو جاتے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ بھی تشریف لیجاتے اور ساتھ ہی ذرا پیچھے ہٹ کر مصلے بچھاتے اور مراقب ہو جاتے یہ کیفیت ایک عرصہ رہی، ایک دن حضرت شاہ ابو الخیر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "اب تو تم ہمارے مرید ہو ہی گئے"۔ یہ واقعہ خود حضرت قبلہ علیہ الرحمہ نے شاہ ابو الخیرؒ کے صاحبزادے حضرت زید صاحب سے بیان فرمایا، موصوف نے راقم سے بیان فرمایا، ایک ملاقات کا عجیب و غریب واقعہ حضرت شاہ صاحب کے صاحبزادے حضرت زید صاحب نے اس طرح تحریر فرمایا ہے:۔